رفعِ یدین

اور

قراۃ فاتحہ خلف الامام

(افادات فقیہ الامت)

حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی زید مجدہم

مفتی اعظم ہند

مرتب

محمد فاروق غفرلہٗ مدرس دار العلوم جامع مسجد شہر میرٹھ

ناشر

مکتبہ محمودیہ

[illegible]

رفعِ یدین

اور

قراۃ فاتحہ خلف الامام

(افاداتِ فقیہ الامت)

حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی زید مجدہم

مفتی اعظم ھند

مرتب

محمد فاروق غفرلہٗ مدرس دار العلوم جامع مسجد شہر میرٹھ

ناشر

مکتبہ محمودیہ

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مرتب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ایک صاحب نے رفع یدین اور قرأۃ فاتحہ خلف الامام سے متعلق استفسار کیا مختصر جواب ان کو دیدیا گیا اس کا جواب وہ کسی غیر مقلد عالم صاحب سے لکھوالائے علمی اعتبار سے وہ جواب اس لائق تو نہیں تھا کہ اس کو کوئی حیثیت دیجائے اور اس کا رد یا جواب الجواب لکھا جائے جبکہ اس موضوع پر متعدد رسالے مختصر اور مبسوط مفصل مدلل علماء احناف کیطرف سے لکھے ہوئے موجود ہیں جنکے دیکھنے کے بعد کسی طالب حق منصف مزاج سلیم الطبع شخص کو ان مسائل میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی مگر دو وجہ سے اس کا جواب الجواب ضروری سمجھا (۱) کچھ عرصہ سے میرٹھ شہر میں بعض شرپسند غیر مقلد صاحبان سادہ لوح عوام کو بہکانے کی اپنی عادت کے مطابق کوشش کررہے ہیں، ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ پر حدیث پاک کے خلاف کرنے کا الزام لگاتے ہیں ان پر طعن تشنیع سے بھی گریز نہیں کرتے بعض محلوں میں جلسوں میں اس نوع کے مسائل بیان کئے اور حضرات ائمہ دین مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخانہ جملے کہے گئے۔ (۲) غیر مقلد عالم نے اپنے جواب میں افقہ الصحابہ صاحب النعلین والوسادہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اقدس میں بھی گستاخانہ جملے استعمال کئے جن سے ہر مومن کا دل لرز اٹھتا ہے اس پر سکوت دینی بے حمیتی ہے۔ اس لئے مجبوراً اس کا جواب الجواب لکھا تاکہ انصاف پسند عوام کو معلوم ہوجائے کہ فقہ حنفی کتنے مضبوط دلائل پر قائم ہے اور کتاب وسنت کا خلاصہ اور روح ہے اور عمل بر حدیث غیر مقلدین کا ہے جو اپنے آپکو اہل حدیث کہتے ہیں یا حنفیہ کا جن پر یہ حدیث کی مخالفت کا الزام لگاتے ہیں۔ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب زید مجدہم مفتی اعظم ہند نے اسکو از اول تا آخر سنا اور اصلاحات فرمائیں۔ اللہ پاک اس کو قبول فرمائے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ العبد محمد فاروق عفا اللہ عنہ

مدرسہ دار العلوم جامع مسجد میرٹھ۔ ۸/۶/۱۴۰۷ھ

از طرف مہتمم جناب عبدالحمید مسجد ستارہ

تاریخ ۸۶-۱-۱

بخدمت جناب حضرت مولانا مفتی صاحب دار العلوم میرٹھ شہر

عرض خدمت یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رفع یدین کرنے کا معمول کیوں تھا اور کس زمانے میں تھا۔ اس کے بارے میں حدیثوں کا حوالہ دیکر خلاصہ فرمائیے اور جماعت کی نماز میں مقتدیوں کو الحمد شریف کا پڑھنا واجب ہے یا نہیں۔ کیونکہ اہل حدیث لوگ کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے بغیر الحمد شریف پڑھے نماز نہیں ہوتی۔ مہربانی فرماکر حدیث شریف کا نام دیکر اس کا خلاصہ فرمائیے۔ فقط والسلام۔

باسمہ سبحانہ تعالے

الجواب:۔ حامدًا و مصلیًا

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین ثابت بھی ہے اور آخر میں ترک رفع بھی ثابت ہے۔ اس لئے آخر ترکِ رفع ہونے کی بناء پر یہی اولیٰ ہے۔

عن علقمۃ قال قال عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلیٰ ولم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ رواہ الثلاثۃ وھو حدیث صحیح (آثار السنن ص۹۶ ج۱)

(۲) امام کے پیچھے قرأت کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اسلئے مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہئے۔ عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ قال علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قمتم الی الصلوٰۃ فلیؤمکم احدکم واذا قرء الامام فانصتوا۔ رواہ احمد ومسلم وھو حدیث صحیح لہ

(آثار السنن ج۱ ص۸۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمد فاروق عفا اللہ عنہ

مدرس دار العلوم جامع مسجد شہر میرٹھ ۳ جمادی الاول ۱۴۰۶ھ

جواب از مفتی اہل حدیث

۱۔ مفتی صاحب نے عدم رفع یدین پر ایک روایت پیش کی ہے۔ روایت یہ ہے۔ عن علقمۃ قال قال عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی ولم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ رواہ الثلاثۃ وھو حدیث صحیح
جناب عالی اس دعویٰ پر حنفیوں کی سر دفتر دو حدیثیں ہیں ان میں سے ایک اول اور ایک دوم درجہ کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن مسعودؓ کی حدیث سے نسخ ہونا ثابت نہیں ہوتا یہ کیوں کر ممکن ہے کہ ایک امر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بروایت صحیح ثابت ہو وہ صرف کسی صحابی کے ناکرنے سے منسوخ قرار دیا جائے حالانکہ حدیث مذکور بقول عبد اللہ ابن مبارک جیسے جلیل القدر محدث کے ثابت بھی نہیں اگرچہ بقول تحقیق امام ترمذیؒ حسن ہے تو بھی صحیح کے درجہ تک نہیں پہنچ سکی خصوصاً جس حال میں آنحضرتؐ کے بعد صحابہؓ کا اس پر عمل عام طور پر ثابت ہے تو دعویٰ نسخ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

غور سے پڑھئے۔ عن ابی حمید الساعدیؓ سمعتہ وھو فی عشرۃ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا اعلمکم بصلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ان قال ثم یقرء ثم یکبر ویرفع یدیہ حتی یحاذی بھما منکبیہ ثم یرکع الی ثم سلم. قالوا صدقت ھکذا کان یصلی. رواہ ابوداؤد والدارمی والترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح۔

ابو حمید ساعدیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دس صحابہؓ کی مجلس میں دعویٰ کیا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تم سے بہتر جانتا ہوں ان کے کہنے پر انھوں نے بتلائی تو رکوع کرتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے دونوں وقت رفع یدین کیا اور ان دسوں صحابہ کرامؓ نے تصدیق کی کہ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز پڑھتے تھے یہ روایت اور دس صحابہؓ کی تصدیق ملانے سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ جن روایتوں میں آیا ہے کہ کسی

ایک آدھ صحابی نے رفع یدین نہیں کی تو اس امر میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو کسی ایک صحابی کے نہ کرنے سے نسخ ہو سکتا ہے تو رہی عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت جو ترک رفع یدین میں پیش کیجاتی ہے اس کا جواب علامہ زیلعی حنفی کے درجہ کردہ حوالہ میں موجود ہے جو انھوں نے امام ابوبکر احمد بن اسحاقؒ المحدث الفقیہ سے نقل کیا ہے۔

رفع یدین کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین سے پھر صحابہؓ وتابعینؒ سے صحیح طور پر ثابت ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ کو اس کا بھول جانا کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ عبداللہ بن مسعودؓ قرآن میں معوذتین کا ہونا بھول گئے جس پر سارے مسلمانوں کا اتفاق ہے اسی طرح نماز میں تطبیق کا منسوخ ہونا بھول گئے جس پر سارے علماء کا اتفاق ہے پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس مسئلہ کو بھول گئے کہ دو شخص امام کے پیچھے کسطرح کھڑے ہوں۔

نیز عبداللہ بن مسعودؓ اس کو بھول گئے جس میں علماء کا کچھ اختلاف نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ نے یوم النحر کو صبح کی نماز بہت اول وقت پر پڑھی تھی اور عبداللہ بن مسعودؓ اس کو بھول گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں کسطرح کیا تھا اور عبداللہ بن مسعودؓ سجدے میں زمین پر ہاتھ رکھنے کی روایت بھول گئے جو بلا اختلاف علماء ہے۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ اس کو بھول گئے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ آیت وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ کسطرح پڑھی تھی جب عبداللہ بن مسعودؓ نماز کے ان مسئلوں میں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے تو رفع یدین کا بھول جانا کیوں نہیں ہو سکتا۔ نصب الرایہ صفحہ ۲۰۹ ج ۱ للزیلعی رح الحنفی طبع لکھنؤ۔

بلکہ اگر اس قسم کی روایت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے اول رفع کے رفع یدین نہیں کیا تو بھی نسخ نہیں ہو سکتا کیونکہ سنت خاص کر مستحب امر کے لئے تو دوام فعل ضروری نہیں۔ دوام تو موجب وجوب ہے آخر میں ہم اپنے بھائیوں کو فخر المتاخرین استاذ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ کا اس مسئلہ میں فیصلہ سنا کر بات ختم کرتے ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا وَالَّذِیْ

برفع أحبُّ الي ممن لا يرفع فان احاديث الرفع اكثر واثبت۔

(حجۃ اللہ البالغۃ اذکار و ھیئات)

جو لوگ رکوع کو جاتے ہوئے اور سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرتے ہیں وہ نہ کرنے والوں سے مجھے زیادہ پیارے ہیں چونکہ رفع یدین کی حدیثیں تعداد میں زیادہ ہیں اور ثبوت بھی پختہ ہے۔

علامہ ابوالحسن محمد بن عبدالہادی صاحب سندھی محدث حنفی شارح ابن ماجہ فرماتے ہیں۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ حدیث ترک رفع حدیث رفع یدین کی ناسخ ہے اس کا قول بلا دلیل ہے بلکہ اگر مسئلہ رفع یدین میں نسخ فرض کیا جائے تو معاملہ اس کے برعکس ہونا چاہیئے (جو مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ آخر میں ترک کر دیا) کیونکہ مالک بن حویرثؓ صحابی اور وائل بن حجرؓ رفع یدین کے راوی ہیں اور انھوں نے آخر عمر میں آنحضرتؐ کے ہمراہ نماز پڑھی ہے۔ جیسا کہ یہ امر حنفیہ کو بھی تسلیم ہے۔ کیونکہ وہ حدیث جلسہ استراحت کا جواب دیتے ہوئے جس کے راوی مالک بن حویرثؓ ہیں کہتے ہیں کہ یہ آپ کا فعل آخر عمر میں کبر سنی پر محمول ہے یعنی آپ قصداً نہیں بیٹھے تھے۔ پس ایک ہی راوی کی حدیث کو ایک وقت مسئلہ رفع یدین میں اول الامر پر محمول کرنا اور منسوخ ٹھہرانا اور اسی راوی کو دوسری حدیث جلسہ استراحت کی (جو اپنے مذہبی مسئلہ کے موافق ہے۔) اس کو آخر عمر کبر سنی پر محمول کرنا کیا صریح تناقض نہیں ہے۔ فیا للعجب

بلکہ حدیث عدم رفع یدین کی اس لائق ہے کہ اس کو منسوخ کہا جائے۔

حدیث رفع یدین کی بہت قوی اور اکثر صحابہؓ سے مروی ہے لہذا رفع ہی کو ترجیح ہے۔

١:۔ صحیح بخاری سے رفع یدین کا ثبوت۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود دیکھا ہے کہ جب آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کھڑے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھوں کو تکبیر تحریمہ کے وقت اٹھاتے یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ مونڈھوں کے برابر ہوتے وکان یفعل ذلک حین یکبر للرکوع وذالک اذا رفع راسہ۔

اور اسی طرح رکوع میں جانے کے لئے اللہ اکبر کہتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت

سمع اللہ لمن حمدہ کہتے وقت بھی آپؐ رفع یدین کرتے تھے (بخاری ج اول ص ۱۰۲

۲:۔ صحیح مسلم سے رفع یدین کا ثبوت۔ حضرت مالک بن حویرثؓ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت اللہ اکبر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھاتے تھے اور جب رکوع کرتے تو دونوں ہاتھوں کو پھر دونوں کانوں تک اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے۔ (مسلم شریف اصح المطابع ص۱۶۸)

۳:۔ سنن ابی داؤد سے رفع یدین کا ثبوت۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو وقت نماز کے لئے تکبیر کہتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں کے برابر کرتے تھے اور جب رکوع کرتے تھے .... اور رکوع سے اٹھتے تو بھی اسی طرح رفع یدین کرتے تھے اور جب دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہوتے تو اسی طرح سے رفع یدین کرتے تھے۔ (ابو داؤد مجتبائی ص ۱۱۵)

امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخر عمر تک رفع یدین کرتے رہے۔

فما زالت تلك صلوته حتى لقى الله (تلخیص الحبیر للعسقلانی ص۸۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی ملاقات تک (وفات تک) رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت نماز میں رفع یدین کرتے رہے۔ ثابت ہوا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ محبوب ترین سنت ہے۔ جس کو آپؐ نے وفات تک نہیں چھوڑا۔ یہ نماز کی زینت ہے۔ دعا ہے کہ اللہ ہر مسلمان مرد، عورت کو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنت پر آخر تک عمل کی توفیق دے۔ آمین

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

ہوتے ہوئے مصطفےٰ کی گفتار ۔۔۔ مت دیکھ کسی کا قول و کردار

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فقط والسلام

محمد سعید احمد بستوی خادم جامع مسجد اہل حدیث انصار بلاک کریم نگر میرٹھ

۲ :- مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ امام کے پیچھے قرارت کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ بطور دلیل یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔ عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قمتم الی الصلوٰۃ فلیؤمکم احدکم واذا قرأ الامام فانصتوا رواہ احمد ومسلم وھو حدیث صحیح (آثار السنن)

۴ :- جسطرح مفتی صاحب نے عدم قرارۃ فاتحہ پر دلیل دی ہے اسی طرح اور بہت سے بعض علماء احناف نے بھی دعویٰ کیا ہے کہ عبادہؓ کی حدیث (عن عبادۃ بن الصامت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب۔ رواہ البخاری ومسلم والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں نماز ہے اس شخص کی جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی روایت کیا اس حدیث کو بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے) مذکور منسوخ ہے اور اس کی ناسخ حدیث واذا قرأ فانصتوا ہے اور بعض نے اسکو آیت واذا قرئ القرآن سے منسوخ ہونیکا دعویٰ کیا ہے اور بعض نے کہا کہ عبادہؓ کی حدیث کی ناسخ حدیث۔ من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ ہے ان علماء کے تینوں یہ دعوے باطل ہیں غیث الغمام میں ہے دعوی کون حدیث عبادۃ منسوخاً بحدیث واذا قرأ فانصتوا مردودۃ لعدم علم التاریخ وللخصم ان یدعی العکس فھو دعوی منعکسۃ ۔ اور امام الکلام ص۲۰۳ میں ہے۔

وبھذا ظھر انہ لا یمکن دعوی کون حدیث عبادۃ منسوخا بحدیث قرأۃ الامام قرأۃ لہ وغیر ذلک من الروایات الثابتۃ وکذا بالآیۃ القرانیۃ لان ذلک کلہ مجرد دعوی لا تسمع الا بالشھادۃ العادلۃ

نیز کہا امام نوویؒ نے تحقیق یہ زیادتی ہے۔ واذا قرأ فانصتوا حفاظ حدیث نے اس کی

صحت میں کلام کیا ہے۔ عاملین حدیث کو چاہیئے کہ اس پر عمل پیرا رہیں جو صحیح احادیث سے ثابت ہے اور امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کو مقتدی پڑھتے رہیں تاکہ تابعداروں میں مفسرین و محدثین کے شامل رہیں اور چھوڑنے میں عمل اس کا خلاف حدیث صحیح کے واقع ہوگا۔ فقط والسلام

جواب الجواب

الجواب:۔ حامدا ومصلیا ومسلما۔ قولہ:۔ اس دعوی پر حنفیوں کی سر دفتر دو حدیثیں ہیں۔

اقول۔ اس جملہ سے یہ تاثر دینا چاہا ہے کہ حنفیوں کے پاس صرف دو حدیثیں ہیں۔ اس کی دو وجہ ہو سکتی ہیں یا تو مجیب صاحب کو حدیث پاک کا علم ہی نہیں اگر کتب حدیث کو باقاعدہ پڑھا ہوتا تو ہرگز یہ کہنے کی جرائت نہ فرماتے اور جس کو کتب حدیث کا بھی باقاعدہ علم نہیں اس کو علماء و فقہاء و محدثین پر تنقید کرنے کا کیا حق ہے۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ علم کے باوجود ایسا فرمایا یعنی یہ جانتے ہوئے کہ علماء احناف کے پاس اپنے دعویٰ کی دلیل میں متعدد حدیثیں ہیں، پھر فرمایا کہ "اس دعویٰ پر حنفیوں کی سر دفتر دو حدیثیں ہیں" اس کو کذب بیانی کہیں گے یا کیا۔ اس کذب بیانی کی کیا مصلحت ہے وہ مجیب صاحب کو ہی معلوم ہوگی اور یہ بھی وہی بتائیں گے کہ اس مصلحت کی بناء پر ان کو کذب بیانی کی شرعًا اجازت بھی ہے۔ یا نہیں اور وہ کذب بیانی بھی علماء و فقہاء و محدثین پر اب اس دعویٰ کی حقیقت و صداقت ملاحظہ فرمائیں

(۱) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کو امام ابوداؤد۔ ترمذیؒ۔ نسائی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے جس کو ابن حزمؒ نے صحیح کہا ہے اور امام ترمذیؒ نے حسن کہا ہے۔ آثار سنن ص۹۶ ج ۱ کے حوالہ سے اول جواب میں گذر چکی جو کتب حدیث میں متعدد طرق سے منقول ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھکر نہ دکھاؤں بعض روایتوں میں ہے کہ میں تم کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی خبر نہ دوں بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھوں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خاص جذبہ تھا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ــــــــــ

علیہ وسلم جیسی نماز بتانے دکھانے کا اس کے بعد انکو نماز پڑھائی یا ان کے سامنے پڑھ کر دکھائی جس میں پہلی دفعہ (تکبیر افتتاح کے وقت) کے علاوہ رفع یدین نہیں فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ واقعہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالے عنہم اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کی موجودگی میں ہوا اور کسی نے اس پر نکیر نہیں فرمائی معلوم ہوا کہ ترک رفع سب کو معلوم تھا ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ایسی چیز منسوب کیجائے جو غلط ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور تابعین کبار رح اس پر سکوت فرمادیں۔ اور اگر یہ اشکال ہو کہ انکار کیا ہوگا راوی نے نقل نہیں کیا یہ اشکال بلادلیل ہے۔ محدثین رحمہم اللہ پر بدظنی ہے الزام ہے اسطرح تو تمام حدیثوں سے اعتماد اٹھ جائے گا کہ ہر حدیث میں یہ احتمال باقی رہے گا۔ اس لئے محدثین رحمہم اللہ تعالے کی شان جلالت کے یہ منافی ہے۔

(۲) حضرت برار بن عازب رضی اللہ تعالے عنہ کی حدیث ہے جس کو طحاوی شریف میں متعدد اسناد کے ساتھ بیان فرمایا ہے عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ اذا کبر لافتتاح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی یکون ابہاماہ قریبًا من شحمتی اذنیہ ثم لا یعود۔

اس حدیث میں حضرت برار عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ بیان فرمائی ہے کہ صرف افتتاح صلوٰۃ کے وقت جب تکبیر کہتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے حتیٰ کہ دونوں انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہو جاتے اس کے علاوہ پھر ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

(۳) طبرانی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما کی حدیث نقل فرمائی ہے لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن۔ الحدیث کہ ہاتھ صرف سات جگہوں میں اٹھائے جائیں گے۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی جزء رفع یدین میں نقل فرمایا ہے قال لا یرفع الایدی الا فی سبع مواطن فی افتتاح الصلوٰۃ واستقبال القبلۃ وعلی

الصفا والمروة وبعرفات وبجمع وفی المقامین وعند الجمرتین۔

اس حدیث میں سات جگہوں میں ہاتھ اٹھائے جانے کو ارشاد فرمایا ہے سات جگہوں کے علاوہ ہاتھ اٹھانے کی ممانعت کی گئی ہے جیسا کہ حصر فرمانے سے، ظاہر ہے۔ ان سات جگہوں میں ایک تو افتتاح صلوٰۃ کے وقت ہاتھ اٹھانے کی اجازت دی ہے باقی چھ جگہیں حج سے متعلق ہیں اس حدیث کو متعدد اسناد کے ساتھ نصب الرآیۃ ص ۳۹۰ ج ۱ میں بیان فرمایا ہے جن میں معمولی تغیر کمی زیادتی بھی ہے۔

(۴) اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی اس کے ہم معنی روایت نقل فرمائی ہے۔ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ترفع الایدی فی سبعة مواطن افتتاح الصلوٰۃ و استقبال البیت والصفا والمروۃ الخ

(نصب الرایہ ص۳۹۰ ج ۱) اسکی بھی متعدد اسناد بیان فرمائی ہیں

(۵) دارقطنی، بیہقی نے اپنی سنن اور ابن عدی نے کامل میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے عن محمد بن جابر عن حماد ابن ابی سلیمان عن ابراھیم عن علقمة عن عبد اللہ رض قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رض وعمر رض فلم یرفعوا ایدیھم الا عند استفتاح الصلوٰۃ۔ (نصب الرایۃ ص۳۹۶ ج ۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی سب نے صرف افتتاح صلوٰۃ کے وقت ہاتھ اٹھائے۔ امام بیہقیؒ نے خلافیات میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مستقل معمول یہی نقل فرمایا ہے۔ ان ابن مسعود رضی اللہ عنہ کان اذا دخل فی الصلوٰۃ کبر ورفع یدیہ اول مرۃ ثم لم یرفع بعد ذلک قال الحاکم وھذا ھو الصحیح ص۳۹۶ ج ۱ نصب الرایۃ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جب نماز میں داخل ہوتے تکبیر کہتے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اول مرتبہ پھر اس کے بعد نہیں اٹھاتے تھے حاکم نے کہا یہی صحیح ہے۔

(۶) امام بیہقیؒ نے خلافیات میں عباد بن الزبیرؓ کی حدیث نقل کی ہے۔

عن عبادة بن الزبیرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیہ فی اول الصلوٰة ثم لم یرفعهما فی شئ حتی یفرغ ص۴۰۴ نصب الرایة

اس حدیث میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل نقل کیا گیا ہے کہ جب نماز شروع فرماتے تھے تو صرف پہلی دفعہ ہاتھ اٹھاتے تھے پھر کسی شئ میں نہیں اٹھاتے تھے فارغ ہونے تک۔

(۷) امام طحاویؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل نقل فرمایا ہے۔ ان علیا رضی اللہ عنہ کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرة من الصلوٰة ثم لا یعود یرفع انتہی وھو اثر صحیح

حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔ اور اس اثر کو صحیح فرمایا ہے۔ امام بخاریؒ نے اس کو اپنی کتاب رفع الیدین میں نقل فرمایا ہے ملاحظہ ہو ص۴۰۶ ج ۱ نصب الرآیہ

(۸) امام بیہقیؒ نے حضرت ابی ابن کعبؓ اور ابن عمرؓ کا عمل بھی نقل فرمایا ہے۔

ان اباسعید الخدریؓ وابن عمرؓ کانا یرفعان ایدیھما اول ما یکبر ان ثم لا یعودان انتہی (حوالہ بالا)

حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اول مرتبہ جب تکبیر کہتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

(۹) مسلم شریف اور دوسری کتب حدیث میں یہ حدیث بھی مشہور ہے عن جابر بن سمرةؓ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰة اخرجه مسلم ص۳۹۳ نصب الرایة۔

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ارشاد فرمایا۔ مجھے کیا ہوا کہ میں تمہیں ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے (یعنی بار بار اٹھاتے ہوئے) دیکھ رہا ہوں گویا کہ وہ سرکش گھوڑوں کی دلیل ہیں۔ نماز میں سکون وقار سے رہو، اس حدیث پاک میں صاف ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو بار بار رفع یدین کرتے ہوئے دیکھکر یہ ارشاد فرمایا اور اس سے منع فرمایا سکون کا حکم فرمایا اس حدیث پاک کے بارے میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ تو سلام کے بارے میں ہے کہ سلام کے وقت ہاتھ اٹھاکر سلام کرتے تھے اس کو منع فرمایا ہے۔ لیکن حدیث کا یہ جزء اسکنوا فی الصلوٰۃ اس کے منافی ہے چونکہ سلام کے ذریعہ تو نمازی نماز سے باہر ہوجاتا ہے اس کے لئے اسکنوا فی الصلوٰۃ کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ جملہ خود ظاہر کر رہا ہے کہ نماز کے اندر جو حرکت (رفع یدین) کرتے تھے اس سے روکنے کیلئے فرمایا اسکنوا فی الصلوٰۃ۔

نیز روایت میں صراحت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ہم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

(۱۰) ابوبکر بن عیاشؒ جو امام بخاریؒ کے رجال میں سے اور استاد الاساتذہ ہیں جن کے واسطے سے امام بخاریؒ نے دو درجن سے زیادہ احادیث بخاری شریف میں نقل فرمائی ہیں، فرماتے ہیں،

(عند الطحاوی باسناد صحیح عن ابی بکر بن عیاش رح قال ما رأیت فقیہا یفعلہ قط یرفع یدیہ فی غیر التکبیرۃ الاولیٰ (ص۱۱۳ قلائد الازہار شرح معانی الآثار ج۱)

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اسناد صحیح سے یہ ثابت ہے کہ ابوبکر بن عیاشؒ نے فرمایا کہ میں نے کسی فقیہ کو کبھی تکبیر اولیٰ کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تابعینؒ تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کا سب کا معمول ترک رفع یدین ہی تھا۔

(۱۱) مجاہد جو جلیل القدر تابعی ہیں نقل فرماتے ہیں۔ قال ما رأیت ابن عمر یرفع یدیہ

الا فی اول ما یفتتح (حوالہ بالا) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو اول افتتاح کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(۱۲) امام دار الہجرۃ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قال مالک لا اعرف رفع الیدین فی شئ من تکبیر الصلوٰۃ لا فی خفض ولا فی رفع الا فی افتتاح الصلوٰۃ یرفع یدیہ شیئا خفیفا والمرأۃ فی ذلک بمنزلۃ الرجل

قلائد الازھار ص ۲۱۳ ج ۱

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں نماز کی تکبیر میں کسی میں خفض میں نہ رفع میں۔ میں رفع یدین کو نہیں پہچانتا مگر افتتاح صلوٰۃ کے موقع پر کہ اس میں ہاتھوں کو معمولی اٹھائے اور اس میں عورت مرد کے درجہ میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام مالکؒ کے زمانہ میں مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفا وکرامۃ) میں بھی عام معمول دیگر بلاد کے مثل ترک رفع ہی تھا۔

روایات و دلائل اور بھی بکثرت ہیں اختصار کے پیش نظر انھیں چند پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ صاحب انصاف کے لئے یہ بہت کافی و دافی ہیں ان میں بعض پر بعض اشکالات بھی کئے گئے ہیں ان کے جوابات بھی دئے گئے ہیں ضرورت ہوئی تو ان کو بھی نقل کر دیا جائے گا۔ انشاء اللہ

مذکورہ روایات سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر۔ حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت براء بن عازب حضرت ابن عباس حضرت عبداللہ بن عمر اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین اتباع تابعین فقہاء عظام کا عمل ترک رفع ثابت ہوا۔

اور ان میں اکثر رفع یدین کی روایتوں کے بھی راوی ہیں تو کیا ان حضرات سے یہ ممکن ہے کہ جو حدیث خود روایت کر رہے ہیں اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عمل کرتے ہوئے

دیکھا ہے پھر خود ہی اس کے خلاف عمل کریں الآیہ کہ انکو اس حدیث اور اس عمل کا منسوخ ہونا معلوم ہو جب کہ یہ تمام حضرات رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت اور ادا کو جان ۔ مال ۔ اولاد ۔ اور دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب و عزیز رکھتے تھے جیسا کہ حدیث جاننے والوں پر واضح اور روشن ہے عبادات کے علاوہ عادات اور طبعیات میں بھی یہ حضرات حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسطرح اتباع کرتے تھے ۔ اور اگر بالفرض حدیث و سنت کے خلاف عمل کریں تو خود انکی عدالت ہی ساقط ہو جائے گی اور انکی روایت کردہ ہی ساقط الاعتبار قرار پائی گی ۔ جبکہ تمام صحابہ عدول ہیں ہر صحابی کے عدول اور سب کے سبب ہدایت ہونے کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سند حضرت نبی اکرم صلی اللہ نے عطا فرمائی ہے ۔
پس بلا شبہ رفع یدین منسوخ ہے جو روز روشن کی طرح واضح ہے اس کا انکار کوئی صاحب عناد ہی کر سکتا ہے ۔

قولہ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن مسعود رض کی حدیث سے نسخ ہونا ثابت نہیں ہوتا یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک امر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بروایت صحیح ثابت ہو وہ صرف کسی ایک صحابی کے نا کرنے سے منسوخ قرار دیا جائے ؟"

اقول ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رض کی حدیث میں صرف انکا ہی رفع یدین نا کرنا نہیں ، بلکہ انھوں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل نہ کرنا بیان فرمایا ہے ۔ اگر حدیث کی ذرا سی بھی سوجھ بوجھ ہوتی تو یہ نہ فرماتے کہ ایک صحابی کے نہ کرنے سے ، صحابی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل نقل کر کے بیان فرما رہے ہیں محض انکا اپنا عمل نہیں :۔ کیا اگر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اولاً ایک عمل کا کرنا ثابت ہو اور پھر اخیر میں مستقلاً نہ کرنا تو کیا اب بھی اس سے پہلے عمل کو منسوخ نہیں کہیں گے جب کہ اس عمل کا نہ کرنا بھی بروایات صحیحہ ثابت ہو جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ۔

یہاں بھی یا تو موصوف کو دوسری روایات کا علم ہی نہیں تھا ۔ جس کی وجہ سے فرمایا

کہ ایک صحابی کے نہ کرنے سے، سو جس کو اتنا بھی شعور نہیں۔ اور روایات مشہورہ کا بھی علم نہیں اس کو یہ حق ہے علماء اعلام۔ فقہاء کرام۔ محدثین عظام (جنکو لاکھوں لاکھوں حدیثیں محفوظ تھیں) پر تنقید کرے (فیا للعجب)

اور اگر موصوف کو ان سب روایات صحیحہ کا علم تھا اور پھر فرما رہے ہیں "صرف کسی صحابی کے نہ کرنے سے" تو یہ کذب و افتراء نہیں تو اور کیا ہے ممکن ہے اس کے جواز کی کوئی دلیل موصوف کے پاس ہو۔

قولہ۔ حالانکہ حدیث مذکور بقول عبداللہ بن مبارک جیسے جلیل القدر محدث کے ثابت بھی نہیں۔

اقول۔ جناب کو عبداللہ بن مبارک جیسے جلیل القدر محدث پر اعتماد بھی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو وہ جلیل القدر محدث ہونے کے باوجود مقلد حنفی تھے یا نہیں اگر تھے تو ان پر اعتماد کی وجہ سے جناب کو بھی توبہ کر کے تقلید اختیار کر لینا چاہیئے۔ اور اگر جناب کو اعتماد نہیں نہیں تو پھر ان کا قول کیوں الاستدلال میں پیش کیا۔ اور ان کے قول کو ان پر اعتماد کرتے ہوئے مان لینے کی وجہ سے کہیں جناب مقلد تو نہیں ہو گئے،

"نصب الرایہ" ہی اگر جناب ملاحظہ فرماتے تو یہ اشکال نہ فرماتے جس کا جناب نے حوالہ نقل کیا ہے۔) اس میں اس کا تفصیلی جواب بھی مذکور ہے۔ نیز ایک حدیث بالفرض اگر ایک محدث کو طرق صحیحہ سے نہیں پہونچی تو کیا وہ حدیث جبکہ دوسرے کثیر محدثین کے نزدیک طرق کثیرہ صحیحہ سے ثابت ہو غیر صحیح ہو جائے گی۔

قولہ۔ اگرچہ بقول و تحقیق امام ترمذی حسن ہے تو اسکی بھی صحیح کے درجہ کو نہیں پہونچ سکتی۔ اقول۔ جو روایت ثابت بھی نہیں اس کو امام ترمذیؒ نے کسطرح حسن کہدیا۔

آثار السنن میں اس حدیث کو۔ "وھو حدیث صحیح" فرمایا ہے جس کو یہاں کے اول جواب میں نقل کیا گیا ہے اور جس کو جناب نے بھی اپنی تحریر کے شروع میں تحریر فرمایا ہے۔

اس میں بھی "وہو حدیث صحیح، موجود ہے۔ محدثین جس کو حدیث صحیح فرمائیں جناب کے نزدیک وہ صحیح کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی کیا جناب کے نزدیک حدیثوں کا معیار محدثین کے معیار کے خلاف کچھ اور ہے۔ یا غور و فکر اور تحقیق سے صرف نظر کرکے کسی کی تحریر دیکھکر اس پر اعتماد کرتے ہوئے نقل کر دیا جس کو تقلید کہتے ہیں اور کیا ایک حدیث حسن صحیح دونوں نہیں ہوسکتی۔ ترمذی شریف تو جناب نے پڑھی ہوگی جس میں جگہ جگہ ہذا حدیث حسن صحیح" کہا گیا ہے۔

قولہ۔ خصوصاً جس حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر عمل عام طور پر ثابت ہے تو دعویٰ نسخ کیونکر ثابت ہوسکتا ہے"۔

اقول۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ تابعین اتباع تابعین رحمہم اللہ تعالےٰ کا ترک رفع کا عام معمول اوپر بیان کیا جا چکا جبکہ وہی اکثر حضرات رفع یدین کی روایتوں کے بھی راوی ہیں اپنی روایت کے خلاف مستقلاً یہ عمل کرنا بلا نسخ کے نہیں ہوسکتا اس لئے اس سے نسخ روز روشن کی طرح واضح و روشن ہے۔

قولہ غور سے پڑھئے:۔ عن ابی حمید الساعدی رض سمعتہ وھو فی عشرۃ الیٰ وقال ھذا حدیث حسن صحیح۔

اقول۔ ابو حمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث رفع یدین کے اثبات میں جناب نے نقل فرمائی ہے۔ رفع یدین کے اثبات سے کس کو انکار ہے یہاں کے اول جواب میں خود اس کا اثبات موجود ہے۔ مگر ترک رفع بھی ثابت ہے جو اس کے لئے ناسخ ہے۔

جناب نے روایت مختصر نقل فرمائی ہے ورنہ اس حدیث میں سجدہ میں جاتے ہوئے اور دوسرے سجدہ سے اٹھتے ہوئے اور اسی طرح دو رکعت کے بعد اٹھتے ہوئے بھی رفع یدین کرنا ثابت ہے ملاحظہ ہو۔ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی الصلوٰۃ

يرفع يديه حتى يحاذى بهما منكبيه ثم كبر حتى يقر كل عظم فى موضعه معتدلاً ثم يقرأ ثم يكبر فيرفع يديه حتى يحاذى بهما منكبيه ثم يركع ويضع راحتيه على ركبتيه ثم يعتدل فلا يصب راسه ولا يقنع ثم يرفع راسه فيقول سمع الله لمن حمده ثم يرفع يديه حتى يحاذى منكبيه معتدلاً ثم يقول الله اكبر ثم يهوى الى الارض فيجافى يديه عن جنبيه ثم يرفع رأسه ويثنى رجله اليسرىٰ فيقعد عليها ويفتح اصابع رجليه اذا سجد ثم يقول الله اكبر ويرفع ويثنى رجله اليسرى فيقعد عليها حتى يرجع كل عظم الىٰ موضعه ثم يصنع فى الاخرىٰ مثل ذلك ثم اذا قام من الركعتين كبر ورفع يديه حتى يحاذى بهما منكبيه كما كبر عند افتتاح الصلوٰة ثم يصنع ذلك فى بقية صلاته الخ ص۳۱۰ نصبُ الرايہ ج ۱ - اس حدیث میں حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے تکبیر افتتاح ۔ رکوع میں جاتے ہوئے رکوع سے اٹھتے ہوئے سجدہ میں جاتے ہوئے دوسرے سجدہ سے اٹھتے ہوئے دو رکعت سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کو نقل فرمایا ہے اسی طرح دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے بھی ان مواقع پر رفع یدین کو نقل فرمایا ہے مگر تعجب ہے کہ اس حدیث سے رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے تو رفع یدین کو ثابت کیا جاتا ہے ۔ سجدہ میں جاتے ہوئے سجدہ سے اٹھتے ہوئے اور دو رکعت سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کو کیوں اختیار نہیں کیا جاتا جبکہ یہ روایت صحیحہ سے ثابت ہے ۔

اور یہ حدیث بقول جناب کے حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے لئے ناسخ بھی ہے ۔ آخر حدیث ناسخ کے اس حصہ پر عمل کو کیوں ترک کر دیا گیا ۔ اور اگر جناب اس حصہ کو منسوخ قرار دیتے ہیں تو اگر حضرات احناف روایات کثیرہ صحیحہ کی بنا پر رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کو بھی منسوخ قرار دیں تو اسی پر کیوں

اعتراض کیا جاتا ہے۔

قولہ۔ تو رہی عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت جو ترک رفع یدین میں پیش کیجاتی ہے اس کا جواب علامہ زیلعی حنفیؒ کے درج کردہ حوالہ میں موجود ہے جو انھوں نے امام ابوبکر احمد ابن اسحاق المحدث الفقیہ سے نقل کیا ہے۔

اقول۔ کیا علامہ زیلعی حنفیؒ جناب کے نزدیک معتمد ہیں اگر معتمد ہیں تو انکی دوسری چیزیں بھی لائق اتباع ہونگی ان سب کو کیوں اختیار نہیں کیا جاتا۔ اور اگر جناب کے نزدیک معتمد نہیں تو ان کے درج کردہ حوالہ سے استدلال کسطرح درست ہوگا۔ نیز ان پر اعتماد کرتے ہوئے ان کے درج کردہ حوالہ کو درست جان کر اختیار کر رہے ہیں تو یہ کہیں انکی تقلید تو نہیں ہو جائے گی۔

اور تعجب ہے کہ جناب نے فقیہ ابوبکر احمد ابن اسحاقؒ کا اشکال علامہ زیلعی حنفی کے درج کردہ حوالہ میں دیکھ لیا اور اس کو یہاں نقل بھی کیا مگر علامہ زیلعی حنفیؒ نے جو اس کا بسط و تفصیل سے جواب دیا ہے جناب کی نظر اس پر نہیں پڑی کہ اس بے بنیاد اعتراض کو کسطرح انھوں نے رد فرمایا ہے جن جن چیزوں میں نسیان کی نسبت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی جانب کی ہے اس کا جواب دیا ہے کہ نسیان کی نسبت ہی صحیح نہیں ملاحظہ ہو۔ نصب الرایۃ ص۳۹۷ تا ص۴۰۱ ج ۱

اور جناب نے آنکھیں بند کر کے ابوبکر احمد ابن اسحاقؒ کی تقلید میں وہ ساری باتیں نقل کر ڈالیں جو ایک عام عالم بلکہ عام مومن کے حق میں بھی اتنے بھولنے کی نسبت بے ادبی گستاخی سے خالی نہیں چہ جائیکہ ایک جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو طویل مدت تک سفر حضر میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ جن کو افقہ الصحابہ کا لقب دیا گیا۔ گویا ان سے امت کے اعتماد کو اٹھانیکی کوشش ہے العیاذ باللہ دن بھر میں نماز فرض پانچ دفعہ پڑھی جاتی ہے جن میں سترہ

رکعت ہوتی ہیں تو گویا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیس برس برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچوں وقت سترہ سترہ مرتبہ رکوع میں جاتے اٹھتے ہوئے رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتے رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پیچھے صف میں ہوتے تھے کیونکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا لیلینی منکم اولوا الاحلام والنھی مشکوۃ ص۹۸ نماز میں بالغ وعاقل میرے قریب ہوا کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھنا سیکھنا بھی منشار ہوتا تھا چونکہ ارشاد تھا صلوا کما رأیتمونی اصلی جس طرح مجھ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھو اس طرح نماز پڑھو ظاہر ہے کہ اس خصوصی ہدایت کے ہوتے ہوئے ہر صحابی کی کتنی کوشش ہوتی ہوگی کہ آنحضرت ؐ کی نماز کی ہر ہر چیز بغور دیکھیں پھر اس پر عمل کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھتے رہے اور ان کو پوری مدت خلافت میں پانچوں نمازوں میں رکوع میں جاتے ہوئے اٹھتے ہوئے رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتے رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برابر رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتے رہے۔ دائیں بائیں کھڑے ہونے والے حضرات کو بھی رفع یدین کرتے دیکھتے ہوں گے اور پھر اس کو بھول گئے کیا ایک جاہل شخص سے بھی اس کا تصور کیا جاسکتا ہے بلکہ یہ تو اس شخص سے متصور ہوسکتا ہے جسکا دماغ ہی بالکل ماؤف ہو جس کی نسبت رفعۃ الصحابہ کی جانب کیجارہی ہے جو سفر حضر میں ہمہ وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں رہتے تھے العیاذ باللہ واللہ المستعان

جناب نے تو احادیث پڑھی ہونگی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مقام سے تو واقف ہوں گے اگر واقف ہوتے تو شاید اتنی جرأت وجسارت نہ کرتے جب کہ ایک عام مومن سے بھی یہ بہت بعید ہے مشکوۃ شریف ہی ملاحظہ فرمالی جائے۔

(۱) عن حذیفۃ رض قال ان اشبہ الناس دلا وسمتا وھدیا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابن ام عبد من حین یخرج من بیتہ الی ان یرجع الیہ لاندری مایصنع فی اھلہ اذا خلا رواہ البخاری۔ جامع المناقب مشکوۃ شریف ص۵۷۳

صاحب السر حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عادت، خصلت ۔ طور وطریق میں لوگوں (صحابہ کرام رض میں) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ ابن ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں اپنے گھر سے نکلنے سے گھر واپس لوٹنے تک گھر میں خلوت میں کیا فرماتے تھے اس کا حال تو ہمیں معلوم نہیں ۔

(۲) عن ابی موسیٰ الاشعری رض قال قدمت انا واخی من الیمن فمکثنا حینا ما نری الا ان عبد اللہ بن مسعود رض رجل من اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما نری من دخولہ ودخول امہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ متفق علیہ (حوالا بالا)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی یمن سے حاضر ہوئے دربار اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ایک مدت تک ٹھہرے، ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے خیال کرتے رہے۔ اس وجہ سے کہ ہم انکو اور ان کی والدہ کو بکثرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے دیکھتے ۔

(۳) عن عبد اللہ ابن عمرو رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال استقرؤا القرآن من اربعۃ من عبد اللہ ابن مسعود وسالم مولی ابی حذیفۃ وابی بن کعب ومعاذ بن جبل (رضی اللہ عنہم) متفق علیہ (حوالہ بالا)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علم قرآن ان چارسے حاصل کرو ۔ عبداللہ بن مسعود ۔ سالم مولیٰ ابی حذیفہ ابی ابن کعب ۔ معاذ بن جبل رضوان اللہ علیہم ۔

(۴) عن علقمۃ رض قال قدمت الشام فصلیت رکعتین ثم قلت اللھم یسرلی جلیسا صالحا فاتیت قوما فجلست الیھم واذا شیخ قد جاء حتی جلس الی

جنبی قلت من ھذا قالوا ابو الدرداء قلت انی دعوت اللہ ان یسر لی جلیسا صالحا فیسرک لی فقال من انت قلت من اھل الکوفۃ قال اولیس عندکم ابن ام عبد صاحب النعلین والوسادۃ و المطھرۃ وفیکم الذی اجارہ اللہ من الشیطان علی لسانہ نبیہ یعنی عمارًا اولیس فیکم صاحب السر الذی لایعلمہ غیرہ یعنی حذیفۃ۔

(رواہ البخاری)

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں میں شام پہونچا دو رکعت پڑھکر دعا کی اے اللہ صالح ہمنشیں میرے لئے میسر فرما۔ پھر ایک قوم کے پاس آیا ان کے پاس بیٹھ گیا اچانک ایک شیخ آئے اور میرے برابر بیٹھ گئے میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں۔ لوگوں نے بتایا۔ ابو درداء ہیں۔ میں نے کہا کہ میں نے اللہ تعالےٰ سے دعاء کی تھی کہ مجھے صالح ہمنشیں میسر فرما۔ اللہ نے آپ کو مجھے میسر فرمایا ہے۔ انھوں نے فرمایا تم کون ہو، میں نے کہا۔ اہلِ کوفہ سے ہوں۔ فرمایا۔ کیا تمہارے پاس ابن ام عبد صاحب النعلین والوسادہ والمطہرہ نہیں ہیں اور کیا تم میں وہ جن کو اللہ نے شیطان سے پناہ دی آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یعنی عمار رضؓ نہیں ہے۔ اور کیا تم میں ان رازوں کو جاننے والے جن کو ان کے علاوہ دوسرے نہیں جانتے تھے یعنی حذیفہ رضؓ نہیں ہیں یعنی ان حضرات کے ہوتے ہوئے اور کسی کی کیا ضرورت ہے)

صاحب النعلین والوسادۃ والمطھرۃ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ کا لقب تھا۔ چونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے مبارک اٹھا کر رکھتے تھے ضرورت کے وقت تکیہ لگا کر رکھتے تھے۔ وضو کا پانی۔ مسواک لا کر رکھتے تھے۔

۔۔۔۔۔۔ حضر و سفر میں ان خصوصی خدمات کی وجہ سے انکا یہ لقب ہو گیا تھا۔

(۵) عن ابن مسعودرضؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اقتدوا بالذین من بعدی من اصحابی ابی بکر و عمر واھتدو بھدی عمار وتمسکوا بعھد ابن ام عبد (فی روایۃ حذیفۃ رضؓ ماحد ثکم ابن مسعودؓ نصدقوہ بدل وتمسکوا بعھد ابن ام عبد رواہ الترمذی ص۵۷۸ مشکوٰۃ شریف

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میرے بعد میرے اصحاب میں سے ابوبکرؓ۔ عمرؓ کی (خصوصاً) اقتدار کرنا اور عمارؓ کی سیرت اختیار کرنا اور ابن ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعودؓ کے عہد یعنی امور دین میں انکی وصیتوں پر مضبوطی سے عمل کرنا اور حضرت حذیفہؓ کی روایت میں وتمسکوا بعھد ابن ام عبد کے بجائے ماحد ثکم ابن مسعود نصد قوہ ہے کہ ابن مسعود رضؓ جو تم سے بیان کریں ان کی تصدیق کرنا۔

(۶) عن علی رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوکنت مؤمّرًا من غیر مشورۃٍ لامرت علیھم ابن ام عبد رواہ الترمذی وابن ماجہ (حوالہ بالا)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگر میں بغیر مشورہ کے کسی کو امیر بناتا تو ابن ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعودؓ کو ان پر امیر بناتا۔

(۷) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے وما اقرأکم عبد اللہ فاقرؤہ۔ رواہ الترمذی ص۵۷۹ مشکوٰۃ شریف عبداللہ بن مسعودؓ جو تمکو پڑھائیں اسکو پڑھو۔

(۸) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چودہ نجبار گنائے ہیں ان میں ایک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی ہیں۔ مشکوٰۃ شریف ص۵۸۰

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدیم الاسلام ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی قبل اسلام قبول کیا بلکہ ایک قول کے مطابق پانچ حضرات کے بعد اسلام قبول کیا اور اس کے بعد سے برابر سفر حضر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر رہے بدر سے لیکر تمام غزوات میں شریک رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو جنت کی بشارت دی اور ارشاد فرمایا

رضیت لامتی ما رضی لہا ابن ام عبد وسخطت لہا ما سخط لہا ابن ام عبد یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ اکمال فی اسماء الرجال ص۶۰۵ مشکوٰۃ شریف

آقائے مدنی (فداہ ابی وامی وروحی وجسدی) صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ میں اپنی امت کے لئے اس چیز کو پسند کرتا ہوں جس کو امت کے لئے ابن ام عبد پسند کریں اور اس اس چیز کو اپنی امت کے لئے ناپسند کرتا ہوں جس چیز کو امت کے لئے ابن ام عبد یعنی ابن مسعودؓ ناپسند کریں۔

نمونہ کے طور پر چند احادیث پر اکتفا کیا گیا ورنہ کتب حدیث میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مناقب میں اور بہت سی حدیثیں مل جائیں گی۔

افسوس صد ہزار افسوس جو صحابی حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرامؓ میں عادت وخصلت طور وطریق میں سب سے زیادہ مشابہ ہو۔ قدیم الاسلام ہو تمام مدت عمر سفر حضر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو۔ ہمہ وقت حاضر باشی کی وجہ سے جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے سمجھا جاتا ہو۔ جن سے علم قرآن حاصل کرنیکا آنحضرتؐ نے حکم فرمایا ہو جن کی موجودگی میں کسی دوسرے کی ضرورت نہ سمجھی جاتی ہو۔ جن کی وصیتوں کو مضبوط پکڑنے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے۔ جن کی سب باتوں کی تصدیق کرنے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہو جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا ..... اطمینان ہو کہ بغیر کسی مشورہ کے ان کو پوری امت کا امیر بنا دینا پسند فرماتے ہوں اور جس چیز کو وہ امت کے لئے پسند کریں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند اور جس چیز کو ناپسند کریں وہ ناپسند ہو۔ اس ذات گرامی پر زبان طعن دراز کیجائے انکی تنقیص کیجائے ان کو اتنا بھولنے والا قرار دیا جائے جو عام انسان بھی نہیں بھول سکتا اور کیا اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین پر اعتراض لازم نہیں آتا کہ اتنا بھولنے والے شخص پر اتنا بڑا اعتماد فرمایا اور جب افقہ الصحابہؓ کا یہ حال ہے تو دوسروں

کا کیا حال ہوگا اور ان کے ذریعہ جو دین پہونچا اس کا کیا اطمینان رہے گا۔ فیا للعجب

وضیعة للادب، والی اللہ المشتکیٰ واللہ المستعان

قولہ بلکہ اگر اس قسم کی روایات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے اول دفعہ کے رفع یدین نہیں کیا تو بھی نسخ نہیں ہو سکتا کیونکہ سنت خاص کر مستحب امر کے لئے تو دوام فعل ضروری نہیں دوام تو موجب وجوب ہے۔

اقول (۱) اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آخر میں علی الدوام ترک رفع ثابت ہو تو کیا پھر بھی نسخ ثابت نہ ہوگا جیسا کہ ماقبل میں بیان کیا جا چکا کہ جو صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین رفع یدین کے راوی ہیں ان کا عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ترک رفع تھا جو نسخ ہوئے بغیر ممکن ہی نہیں۔

(۲) جنابنے اس عبارت کے اخیر میں قاعدہ ذکر فرمایا ہے کہ سنت خاصکر مستحب امر کے لئے تو دوام فعل ضروری نہیں ---- ---- دوام تو موجب وجوب ہے۔ اس کا کوئی حوالہ ذکر نہیں فرمایا کہ یہ کونسی حدیث سے ثابت ہے۔

اگر کسی حدیث سے اس کا ثبوت ہو تو ضرور اس کو تحریر فرمایا جائے اور اگر حدیث سے ثبوت نہیں بلکہ کسی فقیہ مجتہد کا قول ہے تو کہیں یہ تقلید تو نہیں جو غیر مقلدین کے یہاں بہت ہی معیوب ہے۔

قولہ:۔ آخر میں ہم اپنے بھائیوں کو فخر المتاخرین استاد الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہٗ کا اس مسئلہ میں فیصلہ سنا کر بات ختم کرتے ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔ والذی یرفع احب الیّ ممن لا یرفع فان احادیث الرفع اکثر و اثبت (حجۃ اللہ البالغۃ، اذکار وھیئات)

اقوال (۱) کیا غیر نبی کا قول نبی معصوم (فداہ ابی وامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے قول وعمل کے مقابلہ میں حجت ہو سکتا ہے۔

(۲) کیا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وقدس سرہٗ کا مقام حضرت امام اعظم

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین (جنکا مستقل معمول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ترک رفع تھا) سے بھی زیادہ بلند ہے جو ان کا قول ان کے مقابلہ میں حجت ہو

(۳) حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحقیق پر عمل کرنا یہ انکی تقلید تو نہیں کہلائیگا کہیں انکی تحقیق کو قرآن و حدیث کے زیادہ قریب سمجھکر ان پر اعتماد کرتے ہوئے عمل کرنے غیر مقلدین مقلد بنجائیں۔

(۴) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی صرف یہ تحقیق ہی قابل اعتماد ہے یا اس کے علاوہ باقی تحقیقات بھی لائق اعتماد ہیں اگر صرف اسی مسئلہ میں انکی تحقیق لائق اعتماد ہے باقی نہیں تو کیوں وجہ ترجیح کیا ہے۔ اس کی دلیل پیش کیجائے۔ اور اگر انکی تمام تحقیقات لائق اعتماد ہیں بہت خوب۔ جزاکم اللہ، ان کی تمام تحقیقات پر عمل کرنیکا اعلان فرمادیجئے گا۔

حجۃ اللہ البالغہ ص۱۵۳ پر حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالی کی تقلید پر پوری امت کا اجماع نقل فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ اس میں وہ مصالح ہیں جو پوشیدہ نہیں خصوصاً اس زمانہ میں کہ ہمتیں پست ہوگئیں ہیں اور نفوس میں خواہشات کا غلبہ ہوگیا ہے اور ہر شخص اعجاب کل ذی رای برایہ میں مبتلا ہوگیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ وہ مقام ہے جس میں بہت سے اقدام پھسل گئے، بہت سے قلم حد سے تجاوز کرگئے۔ انکی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔ فصل:۔ ومما يناسب هذا المقام التنبيه على مسائل ضلت في بواديها الافهام وزلت الاقدام وطغت الاقلام منها ان هذه المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الامة او من يعتد به منها على جواز تقليدها الى يومنا هذا وفي ذلك من المصالح ما لا يخفى لاسيما في هذه الايام التي قصرت فيها الهمم جدا واشربت النفوس الهوى واعجب كل ذي رأي برأيه الخ

حجۃ اللہ البالغہ ص۱۵۳ ج۱ ۔

اوران سطور کے بعد غیر مقلدین کے دلائل عدم تقلید کا تفصیل کے ساتھ جواب دیا ہے کہ کسی انصاف پسند کو قبول کئے بغیر چارہ نہیں۔

(۵) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنے قول کی دلیل میں فرمایا ہے

فان احادیث الرفع اکثر واثبت کہ رفع یدین کی احادیث کثیر ہیں اور ثبوت بھی پختہ ہے اس پر عرض ہے کہ احادیث کے کثیر و ثبوت پختہ ہونے کا انکار نہیں لیکن جب منسوخ ہونا ثابت ہو چکا اب اس کو نہیں کیا جائے گا اب اس کو سنت قرار نہیں دیا جائے گا۔ اس کے منسوخ ہونیکی روایات بھی کثیر ہیں اور ان کا ثبوت بھی پختہ ہے اس لئے ثبوت نسخ کے بعد عمل ناسخ پر ہوتا ہے منسوخ پر نہیں خواہ اس منسوخ کا ثبوت کتنا ہی پختہ کیوں نہ ہو کما ہو الظاہر۔

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آپ کو احتمال ہوتا ہے کہ شاید بھول گئے ہوں جو سراسر بے بنیاد ہے یہاں اس احتمال کی گنجائش نہیں کہ شاید حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کو ترک رفع کی روایات نہ پہونچی ہوں جس کی وجہ سے ان کا قول ان ائمہ۔ فقہاء۔ مجتہدین۔ محدثین پر حجت نہیں جن کو روایات ترک پختہ ثبوت کے ساتھ پہونچی ہیں۔

(۷) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے اس عبارت کے بعد جس کو جناب نے نقل فرمایا ہے کہ کسی انسان کیلئے یہ مناسب نہیں کہ اس جیسی صورت میں اپنے اوپر اپنے شہر کے عوام کے فتنہ کو بھڑکائے اور اس کی دلیل میں حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو پیش فرمایا ہے

لاینبغی للانسان فی مثل ھذہ الصور ان یثیر علی نفسہ فتنۃ عوام بلدہ وھو قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لولا حدثان قومک بالکفر لنقضت الکعبۃ الخ (حجۃ اللہ البالغۃ ج۲)

مگر افسوس کہ آپ صاحبان کا یہ محبوب مشغلہ ہے۔ سادہ لوح عوام جو فقہ حنفی کی روشنی میں کتاب و سنت پر عمل کر رہے ہیں ان کو بھڑکایا جاتا ہے جس بیچاروں نے قاعدہ تک نہیں پڑھا ان کو بخاری شریف کھول کر اپنے مسلک کے مطابق بخیال خود دکھائی جاتی ہے فقہ حنفی پر دل آزار

فقرے کسے جاتے ہیں، کبھی فقہاء پر طعن تشنیع کیجاتی ہے۔ کبھی کوئی اشتہار، پمفلٹ شائع کیا جاتا ہے۔ جس میں بھی یہی سب کچھ ہوتا ہے۔ بعض دفعہ کوئی چیلنج بھی اس میں ہوتا ہے کیا یہ سب کچھ عوام کے فتنہ کو بھڑکانا اور پیدا کرنا نہیں۔ اس میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے فیصلہ پر عمل ہے یا حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان عالی پر۔ بجائے اس کے کہ اہل علم سے بات کریں ان کے پاس جائیں اور اگر یہ اپنی شان کے خلاف ہو تو ان کو اپنے پاس بلا کر گفتگو کریں۔ یہ بازاری طریقہ تو اختیار نہ کریں۔

علمائے احناف ان سب چیزوں پر صرف اس لئے صبر کرتے ہیں کہ عوام فتنہ میں مبتلا نہ ہوں ان میں افتراق و انتشار پیدا نہ ہو، اور اہم دینی ملی مشاغل سے الحمد اللہ ان جیسی چیزوں کی طرف متوجہ ہونے کی فرصت بھی نہیں۔ ابھی حال میں کافی دنوں سے متعدد حضرات سے بار بار سنا جاتا رہا کہ غیر مقلد لوگوں کو جگہ جگہ محلہ در محلہ جا جا کر بہکا رہے ہیں اور فتنہ میں مبتلا کر رہے ہیں بعض جگہ کافی نزاع کی صورت پیدا ہوگئی حتیٰ کہ مسجد کی جماعت چھوڑ کر ان لوگوں نے علیحدہ نماز پڑھنا شروع کر دیا۔ تب بہ مجبوری یہ چند سطور لکھنے کا ارادہ کیا تاکہ انصاف پسند اور طالبان حق کے لئے رہنما اور نزاع ختم ہونیکا باعث ہو۔

قولہ:۔ علامہ ابوالحسن محمد بن عبدالہادی صاحب سندھی مدنی محدث حنفی شارح ابن ماجہ فرماتے ہیں۔

اقول۔ (۱) غیر مقلد مقلد کا قول استدلال میں پیش کرے۔ باعث حیرت ہے یا تو ان کی تقلید کو مستلزم ہے اگر انکی تقلید ہی کرنی ہے تو دوسری تمام تحقیقات میں بھی انکی تقلید کرنی چاہیئے اگر ان پر اعتماد ہے۔ اگر اعتماد نہیں تو پھر یہاں بھی ان کا قول کیوں ذکر کیا۔

قولہ۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ حدیث ترک رفع حدیث رفع یدین کی ناسخ ہے اس کا قول بلا دلیل ہے۔

اقول۔ دلائل اوپر مفصل گذر چکے۔

قولہ بلکہ اگر مسئلہ رفع یدین میں نسخ فرض کیا جائے تو معاملہ اس کے برعکس ہونا چاہیئے (جو مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ آخر میں ترک کر دیا کیونکہ مالک بن حویرث صحابی اور وائل بن حجرؓ رفع یدین کے راوی ہیں اور انھوں نے آخر عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی ہے جیسا کہ یہ امر حنفیہ کو بھی تسلیم ہے۔

اقول :۔ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث کو جناب بھی ناسخ مانتے ہیں یا نہیں، اگر ناسخ مانتے ہیں تو عمل اس کے خلاف کیوں ہے چونکہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سجدہ میں جاتے ہوئے سجدہ سے اٹھتے ہوئے دو سجدوں کے درمیان رفع یدین کی صراحت ہے جیسا کہ اور متعدد روایات میں اس کی تصریح ہے۔ پس اگر یہ حدیث ناسخ ہے تو اس جز پر عمل کیوں متروک ہے اور اگر یہ حدیث منسوخ ہے یعنی سجود میں جاتے ہوئے اور سجدہ سے اٹھتے ہوئے رفع یدین منسوخ ہے تو اس کی دلیل کیا ہے کہ ایک جزء منسوخ ہے ایک نہیں کہیں یہ یُؤمِنُونَ بِبَعضِ الکِتَابِ وَیَکفُرُونَ بِبَعضٍ کا مصداق تو نہیں حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث ملاحظہ ہو۔ قال النسائی ص۱۰۱

من سننہ الانصار بہ اخبرنا محمد بن المثنیٰ حدثنا ابن ابی عدی عن شعبۃ عن قتادۃ عن نصر بن عاصم عن مالک ابن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ فی صلوتہ اذا رکع واذا رفع رأسہ من الرکوع واذا سجد واذا رفع راسہ من السجود حتی یحاذی بھما فروع اذنیہ قال الشیخ النیموی فی آثار السنن ص۱۰۱ج۱ رواہ النسائی واسنادہ صحیح قلائد الازھار ص۲۰۹ج۱

اور دیگر محدثین نے بھی اس کو صحیح کہا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اس کے ایک جز پر تو عمل کریں اور دوسرے جز پر عمل نہ کریں۔ ایسا تو نہیں کہ تحقیق و دلائل سے صرف نظر کر کے محض کسی تقلید میں ایسا کرتے ہوں۔

قولہ پس ایک ہی راوی کی حدیث کو ایک وقت مسئلہ رفع یدین میں

اول الامر پر محمول کرنا اور منسوخ ٹھہرانا اور اسی راوی کی دوسری حدیث جلسۂ استراحت کی (جو اپنے مذہبی مسئلہ کے موافق ہے) اس کو آخر عمر کبر سنی پر محمول کرنا کیا صریح تناقض نہیں فیا للعجب۔

اقول :۔ ایک راوی کی ایک حدیث کو منسوخ قرار دینا جب کہ ناسخ موجود ہو کام اور دوسری حدیث جسکا ناسخ موجود نہ ہو اس کو منسوخ قرار نہ دینا اس میں کیا خرابی ہے کیا اسی کا نام تناقض ہے۔ شاید تناقض کا لفظ کسی سے سن لیا ہوگا۔ اس کی حقیقت جانتے تو یہ لفظ بے محل استعمال کرتے۔

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث کا ایک جز آپ خود منسوخ مانتے ہیں۔ قابل تعجب تو یہ ہے کہ ایک ہی حدیث کا ایک جز منسوخ قرار دینا ایک جز غیر منسوخ۔ جبکہ اس دوسرے جز کے نسخ پر بھی دلائل روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہوں۔

جلسہ استراحت کا اگر ثبوت زمانہ اخر کے علاوہ بلا ضعف و بلا کبر سنی کے ہو تو پیش کیجئے۔ نیز کیا نماز محل استراحت ہے۔ فیا للعجب۔

قولہ :۔ حدیث رفع یدین کی بہت قوی اور اکثر صحابہؓ سے مروی ہیں۔ لہذا رفع ہی کو ترجیح ہے۔

اقول :۔ کیا نسخ ثابت ہونے کے بعد بھی ترجیح ہوگی۔

قولہ :۔(۱) صحیح بخاری سے رفع یدین کا ثبوت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے الخ

اقول :۔ رفع یدین کے ثبوت سے کسکو انکار ہے لیکن نسخ بھی ثابت ہے۔ پھر منسوخ کو نقل کرنے سے کیا فائدہ،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مستقلاً معمول ترک رفع ثابت ہے جیسا شروع میں نقل کیا گیا ہے۔ کیا حضرت عبداللہ

بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے عاشق رسول اور متبع سنت سے یہ ممکن ہے کہ بلا ثبوت نسخ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو جس کو خود روایت بھی کرتے ہیں ترک کردیں۔ اور ترک بھی علی الدوام یقیناً یہ اس کے بغیر ممکن نہیں کہ ان کو اس کا منسوخ ہونا معلوم تھا ورنہ انکی عدالت ہی ساقط ہو جائیگی، اور ان کی روایت ہی ساقط الاعتبار ہو جائے گی جس سے استدلال بھی درست نہ ہوگا۔

قولہ ۲:۔ صحیح مسلم سے رفع یدین کا ثبوت حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے"۔

اقول:۔ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ تعالےٰ کی روایت کے سلسلہ میں اوپر بیان کیا جا چکا۔

قولہ:۔ (۳) سنن ابی داؤد سے رفع یدین کا ثبوت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے الخ۔

اقول:۔ (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اسماعیل بن عیاش عن صالح بن کیسان کا واسطہ ہے اور اسماعیل بن عیاش کی روایت کو غیر شامیین سے آپ صاحبان حجت نہیں مانتے تو یہاں خود اپنے لئے اپنے مسلک کی موافقت میں کسطرح حجت ہو گئی۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث دوسری سند سے بھی ہے اس میں یحیی ابن ایوب کا واسطہ ہے اور یحیی ابن ایوب مختلف فیہ ہیں جسکی وجہ سے حدیث آپ صاحبان اپنے مقابلین کی طرف سے حجت نہیں مانتے تو خود اپنے لئے کسطرح حجت ہو جائے گی اور اس سے کسطرح استدلال درست ہوگا۔ اور اگر ثابت بھی ہو تب بھی جب نسخ ثابت ہو چکا تو ذکر کرنا بے محل ہے۔

قولہ:۔ امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخر عمر تک رفع یدین کرتے رہے۔

فَمَا زَالَتْ تِلْكَ صَلٰوتَهٗ حَتّٰی لَقِیَ اللّٰہَ ؕ اھ

اَقُوْلُ :۔ یہ جملہ فَمَا زَالَتْ تِلْكَ صَلٰوتَهٗ حَتّٰی لَقِیَ اللّٰہَ الخ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا ٹکڑا ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اخیر تک رفع یدین فرماتے تھے لیکن اس کی سند میں بعض راوی ضعیف ہیں جس کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے اور بعض نے موضوع کہا ہے۔ قال الشیخ النیموی فی آثار السنن وھو حدیث ضعیف بل موضوع الخ بذل المجھود بیز اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن قریش بن خزیمہ ہیں جس کے بارے میں ذہبی نے میزان میں بیان کیا ہے کہ سلیمانی نے اس کو وضع حدیث کی تہمت لگائی ہے اور اسی طرح دوسرے رجال پر جرح کی گئی ہے قلت العجب منھم کیف اوردوہ فی تصانیفھم وسکتوا عنہ مع ان بعض رجالہ ممن اتھم بوضع الحدیث قال الذھبی فی المیزان عبدالرحمٰن بن قریش بن خزیمۃ ھروی سکن بغداد اتھمہ السلیمانی بوضع الحدیث انتھٰی وقال فی ترجمۃ عصمۃ بن محمد الانصاری قال ابوحاتم لیس بالقوی وقال یحیٰی کذاب یضع الحدیث وقال العقیلی یحدث بالبواطیل عن الثقات وقال الدارقطنی وغیرہ متروک انتھٰی کلام النیموی بحوالہ بذل

پس کسی سند صحیح کے ساتھ اس کا ثبوت نہیں اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عمل بعد وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اوپر مذکور ہوا اس کے معارض ہے۔ اگر اخیر تک رفع یدین کا ثبوت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے متبع سنت (جو عادات وطبیعیات میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا اتباع فرماتے تھے) سے اس کے خلاف کرنا بہت بعید ہے۔ لازمی طور پر ان کو اس کا منسوخ ہونا معلوم تھا تب ہی اس کے خلاف کیا۔ پس روایات

و آثار سے رفع یدین کا منسوخ ہونا بخوبی ظاہر ہوگیا کہ انصاف پسند کے لئے کوئی شبہ باقی نہ رہا۔ البتہ بلاتحقیق تقلید جامد کرنے والوں کے لئے دلائل کے دفتر بھی ناکافی ہیں۔

عدمِ رفع کی عقلی دلیل

(۱) ابتداءً متعدد جگہ نماز میں رفع یدین ثابت ہے تکبیر تحریمہ کے وقت، رکوع میں جاتے ہوئے، رکوع سے اٹھتے ہوئے، سجدہ میں جاتے ہوئے، سجدہ سے اٹھتے ہوئے، دو رکعت سے اٹھتے ہوئے۔

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین بالاتفاق ثابت ہے اور غیر منسوخ ہے۔ سجدہ میں جاتے ہوئے، سجدہ سے اٹھتے ہوئے بالاتفاق منسوخ ہے۔ اب رہ گیا صرف رکوع میں جاتے ہوئے، رکوع سے اٹھتے ہوئے جو مختلف فیہ ہے اس میں غور کیا جائے کہ یہ تکبیر تحریمہ کے زیادہ مشابہ ہے یا تکبیراتِ سجود کے۔ ظاہر ہے کہ تکبیر تحریمہ فرض ہے اس کے ترک کرنے سے نماز نہیں ہوتی۔ اور تکبیراتِ سجود سنت ہیں کہ ان کے ترک کرنے سے نماز ہو جاتی ہے۔ اسی طرح رکوع کی تکبیرات بھی سنت ہیں کہ ان کے ترک کرنے سے نماز ہو جاتی ہے پس تکبیرات رکوع تکبیرات سجود کے زیادہ مشابہ ہیں جن میں رفع یدین منسوخ ہے۔ تکبیر تحریمہ کے مشابہ نہیں جن میں رفع یدین غیر منسوخ ہے، پس نظر و فکر کا بھی تقاضہ یہی ہے کہ رکوع کی تکبیرات کے وقت رکوع میں جاتے ہوئے رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کو منسوخ کہا جائے

(۲) نماز میں ابتداءً سلام و کلام، اشارہ وغیرہ حرکات کی اجازت تھی۔ بعد میں یہ چیزیں بالاتفاق منسوخ ہوئیں اور رفع یدین بھی از قبیل حرکات ہے پس اس کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ رفع یدین منسوخ ہو مگر تکبیر تحریمہ کے وقت چونکہ اس کا ثبوت علی الدوام ہے اور اس کا ترک ثابت نہیں اس لئے اس کو منسوخ نہیں کہا جائیگا۔

(۳) نسخ افعال میں ہوتا ہے اعدام میں نہیں اور ترک رفع از قبیل اعدام ہے۔

پس ترکِ رفع محلِ نسخ ہی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد فاروق عفا اللہ عنہ

مدرسہ دارالعلوم جامع مسجد شہر میرٹھ ۱/ ۱۴ھ

~~~~~~

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب:۔ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔

(۲) یہاں کے جواب میں صریح، صحیح حدیث نقل کی گئی تھی جس میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا طریقہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا ہے "واذا قرأ الامام فانصتوا" جب امام قرأت کرے تو خاموش ہو جاؤ، جس میں مقتدیوں کو امام کے قرأت کرنے کے وقت خاموش ہونے کا حکم کیا گیا ہے۔ اور قرأت مطلق ہے جو فاتحہ وسورت دونوں کو شامل ہے۔ اس روایت کو امام احمدؒ، امام مسلمؒ نے روایت فرمایا ہے اور آثار السنن میں اس کو "وہو حدیث صحیح" (کہ یہ حدیث صحیح ہے) فرمایا ہے

یہاں کے جواب میں حدیث حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کو منسوخ نہیں کہا گیا۔

جواب دوبارہ ملاحظہ فرمائیں۔

اس پر افسوس ہے کہ دعویٰ تو اہل حدیث ہونے کا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح، صحیح حدیث کے بالمقابل غیث الغمام اور امام الکلام کی عبارت نقل کی جائے۔ اس سلسلہ میں ان کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی تحقیق کو اختیار کرنے اور اس پر عمل کرنے سے غیر مقلد ہی رہیں گے یا مقلد بن جائیں گے۔ اگر تقلید ہی کرنی ہے تو پھر ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ جن کی تقلید پر مسند ہند فخر المتاخرین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ نے پوری امت کا اجماع نقل کیا ہے۔ صاحب غیث الغمام اور صاحب امام الکلام کے مقابلہ میں زیادہ مقدم و مستحق ہیں۔
~~~~~~

اگر حدیث حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منسوخ نہیں۔ اور اس سے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا ضروری معلوم ہوتا ہے، اس پر عمل کرتے ہوئے اگر مقتدی نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کی قرأت کی تو " وَإِذَا قَرَءَ الْإِمَامُ فَأَنْصِتُوْا (جب امام قرأت کرے، خاموش رہو) حدیث صحیح کے خلاف لازم آئے گا یا نہیں۔ اور حدیث صحیح کے تارک ہو کر بھی اہل حدیث ہی رہینگے یا تارک حدیث کہلائیں گے۔ نیز " من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ " (جس سے ظاہر ہے کہ امام کا قرأت کرنا مقتدی کا قرأت کرنا ہے) حدیث کے خلاف ہوگا یا نہیں نیز " الامام ضامن " (جس سے قرأت کا ضامن ہونا ہی مراد ہے) حدیث کے خلاف لازم آئے گا یا نہیں۔

نیز " وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَأَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ (جب قرآن پاک پڑھا جائے تو اس کو سنو اور خاموش ہو جاؤ تاکہ تم رحم کئے جاؤ) ارشاد خداوندی کے خلاف لازم آئے گا یا نہیں۔ احادیث کثیرہ اور آیت قرآنی کے تارک ہو کر بھی مفسرین و محدثین کے تابعداروں میں شامل رہیں گے اور اہل حدیث ہی کہلائیں گے۔

یہاں کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث پاک نقل کی گئی تھی مگر وہ کافی نہ ہوئی تو قدرے تفصیل سے عدم قرأت فاتحہ خلف الامام کے دلائل بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ۔ آیت پاک میں اللہ پاک نے مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ کی قرأت کا مطلقًا حکم فرمایا ہے۔ سورۂ فاتحہ کی قرأت کو فرض قرار دینا حدیث لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کیوجہ سے کتاب اللہ کے اطلاق وعموم کو منسوخ کرنا ہے جو جائز نہیں۔ اور قرأت خارج صلوٰۃ فرض نہیں جس سے متعین ہوگیا کہ یہ نماز کے لئے ہی حکم ہے۔ پس حدیث مذکور سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں۔

اشکال:۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ میں لفظ ما مجمل ہے اور حدیث لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب اس کا بیان ہے۔ لہذا سورۂ فاتحہ کی قرأت کا فرض

ہونا آیت پاک کے خلاف نہوا

جواب:- یہ اشکال اصول فقہ سے ناواقفیت کی وجہ سے ہوا۔ اس لئے کہ کلمۂ مَا عام ہے مجمل نہیں۔ اس کے عموم پر بلا توقف عمل کرنا ضروری ہے۔ اگر یہ مجمل ہوتا تو بیان سے قبل اس پر عمل ہی جائز نہ ہوتا جو تمام مجملات کا حکم ہے۔

اشکال:- حدیث "لاصلوٰة الا بفاتحة الکتاب" مشہور ہے اور حدیث مشہور سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے لہٰذا اس سے آیت "فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ" پر زیادتی جائز ہے۔

جواب:- حدیث مذکور کے مشہور ہونے کا دعویٰ غلط ہے۔ مشہور وہ ہے جس کو تابعین نے قبول کیا ہو اور اس میں کبار صحابہ رضؓ و کبار تابعینؒ کا اختلاف ہے۔

اور اگر اس حدیث کو مشہور تسلیم کر بھی لیا جائے تب بھی اس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں۔ چونکہ کتاب اللہ پر زیادتی اُس حدیث مشہور سے جائز ہوتی ہے جو محکم ہو اور حدیث مذکور محکم نہیں ہے بلکہ محتمل ہے۔ چونکہ "لَا" حرفِ نفی، نفیٔ شیٔ اور نفیٔ کمال وفضیلت دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ پس حدیثِ مذکور میں یہ بھی احتمال ہے کہ نفیٔ کمال مراد ہو، جیسے "لاصلوٰة لجار المسجد الا فی المسجد" (مسجد کے پڑوسی کی نماز نہیں مگر مسجد میں) اس میں "لاصلوٰة" سے کمالِ صلوٰة کی نفی ہی مقصود ہے۔ اس کی اور بھی متعدد نظیریں ہیں۔

پس معلوم ہوا مطلق قرأت فرض ہے، قراۃ سورۂ فاتحہ فرض نہیں لیکن حضراتِ حنفیہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جمع فرماتے ہیں کہ مطلق قرأت تو فرض ہے لقولہ تعالیٰ "فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ"۔ اور قرأت فاتحہ واجب ہے لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم "لاصلوٰة الا بفاتحة الکتاب" یہ حکم امام اور منفرد کے لئے ہے۔ مقتدی کا حکم استماع وانصات ہے۔ یعنی امام کی قرأت کو سننا اور خاموش رہنا۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

(٢) وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝

اس میں حکم ہے کہ جب قرآن پاک کی قرأت کی جائے تو اس کو سنو اور خاموش رہو تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔ محقق اور راجح قول کے مطابق یہ آیت نماز کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے۔ بیہقی میں ہے حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قرأت فرما رہے تھے کہ ایک انصاری جوان شخص کو قرأت کرتے سنا اس وقت یہ آیت وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ الآیۃ نازل ہوئی۔ یہی روایت حضرت عبداللہ بن مغفل رضؓ سے ہے۔ حضرت امام احمد ابن حنبلؒ نے اس پر اجماع نقل فرمایا ہے۔ عن الامام احمد قال اجمع الناس علی ان هذه الآیة فی الصلوٰۃ نزلت اھ۔ بیہقی قلائد الازہار ص۲ ج۲

ائمہ ثقات اور جمہور صحابہ رضؓ کا یہی قول ہے۔ وهو منقول عن الائمة الثقات وهو قول جمهور الصحابة رضؓ كما قال الفاضل اللكنوى فى ص۱۱ من إمام الكلام بعد ذكر الآثار فى نزول الآية وتزييف الاقوال فيه فاذن ظهر حق الظهور ان ارجح تفاسير الآية ومواردنزولها هو القول الثانى وهو انها نزلت فى القرأة خلف الامام وهذا القول ترجيحه بوجوه احدها انه لا تعارضه الاخبار والآثار وليست فيه خدشة ومناقضة عند اولى الابصار وثانيها انه منقول عن الائمة الثقات من غير معارضات۔ وثالثها انه قول جمهور الصحابة رضؓ حتىٰ ادعى بعضهم الاجماع على ذلك كما اخرجه البيهقى عن احمد انه قال اجمع الناس على ان هذه الآية نزلت فى الصلوٰة (حوالہ مذکورہ)

عبارتِ مذکورہ سے معلوم ہوا (۱) راجح ترین تفسیر کے مطابق یہ آیت قرأت خلف الامام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۲) اخبار و آثار اس کے معارض نہیں (۳) ائمہ ثقات

سے یہی منقول ہے۔ (۴) جمہور صحابہ رض کا یہی قول ہے۔ (۵) امام احمد رح نے اس پر اجماع
نقل فرمایا ہے کہ یہ آیت نماز میں مقتدیوں کے قرأت کرنے کی ممانعت میں نازل ہوئی ہے۔

حافظ ابن جریر طبری نے تفسیر طبری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رض، حضرت ابوہریرہ رض
حضرت ابن عباس رض سے بسند صحیح بیان فرمایا ہے کہ یہ آیت قرأت خلف الامام کے بارے
میں نازل ہوئی ہے۔ اعلاء السنن ص۴۵ ج۴۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رض کی روایت یہ ہے کہ۔ صلی ابن مسعود رض نسمع
ناسا یقرءون مع الامام فلما انصرف قال اما ان لکم ان تفقهوا۔ اما
ان لکم ان تفعلوا "وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا"۔ کما
امرکم الله۔ اخرجه الطبری (۱۱: ۳۷۸) ایضا رجاله ثقات من رجال
الجماعة الخ ص۴۴ ج۴۔ اعلاء السنن ۱۲

ایک قول اس میں یہ ہے کہ خارج صلوٰۃ قرأت قرآن کے بارے میں یہ آیت
نازل ہوئی ہے۔ یہ قول بالکل باطل ہے۔ چونکہ خارج صلوٰۃ قرات کے وقت استماع
وانصات کے وجوب کا مسلمانوں میں سے کوئی بھی قائل نہیں (قلائد الازہار ص۱۰ ج ۲)

اگر فرض کر لیا جائے کہ یہ آیت قرأت خلف الامام کے بارے میں نازل نہیں ہوئی
بلکہ خارج صلوٰۃ قرأت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ تب بھی چونکہ یہ ثابت شدہ ہے
کہ خصوص سبب کا اعتبار نہیں کیا جاتا بلکہ عموم لفظ کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ آیت کے ظاہر
منطوق اور عموم لفظ کا تقاضا یہی ہے کہ مقتدی کے لئے استماع وانصات لازم ہے
اور قرأت اس کے لئے ممنوع ہے چونکہ وہ استماع انصات کے منافی ہے (اعلاء ص۲۹۳ ج۴)

اور آیت پاک میں "فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا" دو صیغے استعمال کئے گئے
ہیں جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ قرأت کی دونوں قسموں (جہری و سری) کا حکم بیان فرمایا ہے۔
کہ جہری میں مقتدی کے ذمہ استماع اور سری میں انصات ہے۔ کما فی ص۱۰۱ من امام الکلام

والمعنیٰ اذا قرئ القرآن جہرًا فی الجہریۃ فاستمعوله وان اسرّ به فانصتوا واسکتوا ۔ (قلائد الازہار ص۱۱ ج ۲)

(۳) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ والی حدیث آثار السنن ص۸۵ ج ۱ سے نقل کی گئی تھی جس میں یہ جملہ تھا "وَاِذَا قَرَأَ الْاِمَامُ فَاَنْصِتُوْا" جب امام قرات کرے تو خاموش ہو جاؤ ۔ اور اس حدیث کو "وهو حدیث صحیح" آثار السنن میں فرمایا ہے ۔

فاضل مجیب نے امام نووی رح کی تقلید کرتے ہوئے بلا دلیل وتحقیق کہہ دیا کہ حفاظ حدیث نے اس کی صحت میں کلام کیا ہے ۔

اس حدیث کو امام مسلم نے مسلم شریف ج ۱ ص۱۸۳ پر نقل فرمایا ہے ۔ حافظ ابن حجر رح نے فتح الباری ج ۲ ص۲۰۱ میں فرمایا ہے ۔ حدیث صحیح اھ ۔ امام احمد رح نے اس کو صحیح فرمایا ہے ۔ صححه الامام احمد کما نقله ابن عبد البر بسنده فی التمهید (الجوہر النقی ص۱۵۱ ج ۱)

علامہ ابوجعفر طبری رح نے اس کی تصحیح فرمائی ہے ۔ وقال الحافظ الامام ابوجعفر الطبری فی تفسیرہ (۹ : ۱۱۲) وقد صح الخبر عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا قرأ الامام فانصتوا اھ ۔ امام احمد رح نے اپنی مسند میں سند امام مسلم رح کے ساتھ نقل فرمایا ہے (مسند امام احمد ج ۴ ص۴۱۵) امام مسلم رح سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا ۔ فرمایا :- "ھو عندی صحیح" اعلاء السنن ص۴۹ ج ۴ ابوعوانہ رح محدث نے اپنی صحیح میں اس کو ذکر فرمایا ہے ۔ کذا فی تعلیق التعلیق لآثار السنن (۱ : ۵) اعلاء السنن ص۵۰ ج ۴

امام نسائی رح نے سنن نسائی ج ۱ ص۱۴۶ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل فرمائی ہے جس میں "وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا" ہے اور اس پر سکوت فرمایا ہے ۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رض کی حدیث سند میں قدرے تغیر کے ساتھ الجوہر النقی

ج ۱ ص۱۵۲ میں نقل کی گئی ہے۔ اور امام مسلم رح، ابن حزم رح، امام احمد رح کی تصحیح بیان کی گئی (ص۵۵ اعلاء السنن ج ۴) امام ابوداؤد رح، بیہقی رح، دار قطنی رح نے اس پر کلام کیا ہے۔ اس کا مدلل ومفصل جواب اعلاء السنن ص۴۹ پر ملاحظہ فرمائیں۔

امام مسلم رح نے مسلم شریف ج ۱ ص۱۷۲ پر حضرت عمران بن حصین رح کی حدیث بیان فرمائی ہے جس سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی قرأت نہیں کرے گا حتیٰ کہ سرّی نماز میں بھی۔

(۴) عن عمران رضی اللہ عنہ ابن حصین ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی الظہر فجعل رجل یقرأ خلفہ بسبح اسم ربك الاعلیٰ فلما انصرف قال ایکم قرأ، او ایکم القاری؟ قال رجل انا، فقال قد ظننت ان بعضکم خالجنیھا۔ رواہ مسلم ص۱۷۲ ج ۱۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں قرأت کرنے کا نہیں تھا۔ اعلاء السنن ص۵۶ ج ۴

(۵) عن عبد اللہ (ھو ابن مسعود) قال کانوا یقرؤن خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال خلطتم علیّ القرآن۔ رواہ البزار وھذا سندٌ جیدٌ۔ کذا فی الجوھر النقی ج ۱ ص۱۵۵۔ وفی مجمع الزوائد ص۱۸۵ ج ۱ بعد نقل المتن رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح۔ اعلاء السنن ص۷ ج ۴۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کچھ صحابہ قرأت کر رہے تھے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی وناپسندیگی کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا خلطتم علیّ القرآن تم نے مجھ پر قرآن کو خلط کر دیا

اشکال: صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جہراً قرأت کر رہے تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا جس سے امام کے پیچھے جہراً قرأت

کرنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے نہ کہ سراً۔

جواب:۔ یہ اشکال بلا دلیل ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان سے بہت بعید ہے کہ وہ جہراً قرأت کر رہے تھے۔ ظاہر یہی ہے کہ قرأت سراً کر رہے تھے اور بہت سوں کا سراً قرأت کرنا بھی باعثِ تشویش و خلط ہوا جس سے ممانعت فرمائی ہے دوسری روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

(۶) عَنْ جَابِرٍ رض عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ مَنْ كَانَ لَهٗ إِمَامٌ فَقِرَاْتُهٗ لَهٗ قِرَاْۃٌ۔ رواہ ابن ابی شیبۃ وھذا اسند صحیح۔ الجوہر النقی ص۱۵۲ (اعلاء السنن ص۶۱ ج۴) اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ امام کا قرأت کرنا مقتدی کا قرأت کرنا ہے۔ مقتدی کو مستقلاً قرأت کرنے کی ضرورت نہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی دوسری سند کے ساتھ مؤطا امام محمد ص۹۶ میں امام محمد رح نے روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

عن جابر بن عبد اللہ رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلی خلف الامام فان قرأۃ الامام لہ قرأۃ

جس کے بارے میں علامہ عینی رح فرماتے ہیں قال العینی طریق صحیح اھ۔

عمدۃ القاری ج۳ ص۸۶ (اعلاء السنن ص۶۱ ج۴)

محمد بن منیع رح اور امام بن ہمام رح نے فرمایا ہے:۔ ھذا الاسناد صحیح علی شرط الشیخین۔ حاشیۃ الطحاوی ص۱۳۰ ج۱۔ اعلاء السنن ص۶۲ ج۴۔

صاحبِ اعلاء السنن فرماتے ہیں:۔ قلت رجالہ رجال الجماعۃ الا امامنا الاعظم ابا حنیفۃ رح وھو ثقۃ لا یسئل عن مثلہ۔ قال فی الجوھر النقی ص۱۴۲ ج۱ فقد وثقہ کثیرون واخرج لہ ابن حبان فی صحیحہ واستشھد بہ الحاکم فی المستدرک اھ (اعلاء السنن ص۶۲ ج۴)

(۷) عن عبد الله بن شداد بن الهاد رض قال ام رسول الله صلی الله علیه وسلم فی العصر قال فقرأ رجل خلفه فغمزه الذی یلیه فلما ان صلی قال لم غمزتنی قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم قدامك فكرهت ان تقرأ خلفه فسمعه النبی صلی الله علیه وسلم فقال من کان له امام فان قرأته له قراۃ (المؤطا الامام محمد، ص۹۸، الاعلاء السنن ج۴)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر میں امامت فرمائی۔ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرات کی، اس کے برابر والے نے اس کو بھینچا۔ نماز پوری ہونے پر اس نے اس سے پوچھا، اس نے کہا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیرے سامنے ہیں اسلئے میں نے اس کو ناپسند سمجھا کہ حضرت کے پیچھے تو قرأت کرے۔ یہ گفتگو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنکر فرمایا:۔ من کان له امام فان قرأته له قراۃ۔ جس شخص کا کوئی امام ہو تو بیشک اس (امام) کا قرأت کرنا اس (مقتدی) کا قرأت کرنا ہے۔

گو یہ حدیث مرسل ہے مگر اس سے کچھ نقصان نہیں۔ خصوصاً اس لئے کہ عبداللہ بن شداد کبار تابعین اور ثقات تابعین سے ہیں جن کی سب روایات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہیں ان کی پیدائش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ میں ہوئی کما فی التھذیب ص۲۵۲ ج۵ (اعلاء السنن ص۷ ج۴) پھر یہ حدیث امام محمدؒ نے کتاب الآثار ج۱ ص۱ پر مرفوعاً بھی نقل فرمائی ہے اور اس کی سند کے بارے میں وھذا سند صحیح فرمایا ہے اسی طرح احمد بن منیع نے اپنی مسند میں اس کو مرفوعاً نقل فرمائی ہے۔ فتح القدیر ج۱ ص۲۹۵ (اعلاء السنن ص۷ ج۴)

اسی طرح بیہقی نے اپنی سنن میں ص۱۰۱ پر معمولی الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ اس کو نقل فرمایا ہے۔ (اعلاء السنن ص۷ ج۴)

(۸) عن ابی الدرداء رضی الله تعالیٰ عنه قال سأل رجل النبی صلی الله

علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ فی کل صلوٰۃ قراءۃ، قال نعم. فقال رجل من القوم وجب ھذا. فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما اری الامام اذا قرأ الا کان کافیا رواہ الطبرانی واسنادہ حسن (مجمع الزوائد ج۲ ص۱۸۵) (اعلاء السنن ص۶۲ ج۴)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، کیا ہر نماز میں قرأت ہے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم۔ ارشاد فرمایا ہاں. قوم میں سے ایک شخص نے کہا. یہ واجب ہے. ارشاد فرمایا، میں امام کو نہیں خیال کرتا جب وہ قرأت کرے مگر وہ کافی ہوجاتا ہے (یعنی امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہو جاتی ہے۔)

(۹) عن عطاء بن یسار انہ اخبرہ انہ سأل زید بن ثابت رض عن القراءۃ مع الامام فقال لا قراءۃ مع الامام فی شئ رواہ مسلم ص۲۱۵ ج۱ فی باب سجود التلاوۃ ورواہ الطحاوی فی معانی الآثار ص۴۲ ج۱ بسندہ عن بکیر عن عطاء عن زید بن ثابت سمعہ یقول لا تقرأ خلف الامام فی شئ من الصلوٰت اھ رجالہ ثقات. اعلاء السنن ص۶۳ ج۴۔

حضرت عطاء بن یسار رح نے زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے بارے میں سوال کیا. انھوں نے فرمایا امام کے ساتھ کسی چیز میں قرأت نہیں۔

(۱۰) عن ابی نعیم وھب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبداللہ یقول من صلی رکعۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام اخرجہ مالک فی المؤطا ص۲۸ واسنادہ صحیح واخرجہ الترمذی ج ص۱۲۹ وقال ھذا حدیث حسن صحیح اھ واخرجہ الطحاوی ج۱ ص۱۲۸ مرفوعا بھذا اللفظ و سندہ حسن اعلاء السنن ص۶۵ ج۴

اس حدیث سے بھی ظاہر ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں۔

(۱۱) مالك عن نافع ان عبد الله بن عمر رض كان اذا سئل هل يقرأ احد خلف الامام قال اذا صلى احدكم خلف الامام فحسبه قراءة الامام واذا صلى وحده فليقرأ قال وكان عبد الله بن عمر رض لا يقرأ خلف الامام اخرجه مالك فى المؤطا ص۲۹ وسنده من اصح الاسانيد (اعلاء السنن ص۶۲ ج۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب سوال کیا جاتا کیا کوئی امام کے پیچھے قرأت کرسکتا ہے. فرماتے. جب تم میں کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے توامام کی قرأت اس کو کافی ہے اور جب تنہا پڑھے تو قرأت کرے. خود عبداللہ بن عمر بھی امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

(۱۲) عن ابى وائل قال جاء رجل الى ابن مسعود رض فقال أقرأ خلف الامام قال انصت للقرآن فان فى الصلوٰة شغلا وسيكفيك ذلك الامام رواه الطبرانى فى الكبير والاوسط ورجاله موثقون مجمع الزوائد ج۲ ص۱۱۰ و رواه الطحاوى واسناده صحيح آثار السنن ج۱ ص۹۰ ورواه محمد فى المؤطا ص۹۵ بسند رجاله رجال الصحيح (اعلاء السنن ص۷۷ ج۴)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آکر ایک شخص نے قرأت خلف الامام کے بارے میں سوال کیا. فرمایا. قرآن کے لئے خاموش رہ. پس بیشک نماز میں مشغولی ہے اور امام اس کے (قرأت) لئے کافی ہے۔

خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ امام کے پیچھے سری جہری نماز میں نہ اول کی دو رکعتوں میں قرأت فرماتے تھے نہ اخیر کی دو رکعتوں میں۔
(اعلاء السنن ص۵۸ ج۴)

(۱۳) عن عبيد الله بن مقسم انه سأل عبد الله بن عمر وزيد بن ثابت وجابر بن عبد الله فقالوا. لا يقرأ خلف الامام فى شئ من الصلوات رواه الطحاوى واسناده صحيح آثار السنن ج۱ ص۹۰ (اعلاء السنن ص۵۸ ج۴)

عبیداللہ بن مقسم نے حضرت عبد اللہ بن عمر، زید بن ثابت، جابر بن عبد اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سوال کیا۔ سب نے جواب دیا۔ امام کے پیچھے نمازوں میں سے کسی چیز میں قرأت نہیں کی جائے گی۔

(۱۳) عن علقمہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لیت الذی یقرأ خلف الامام ملئ فوہ ترابا۔ رواہ الطحاوی واسنادہ حسن آثار السنن ج۱ ص۸۹ (اعلاء السنن ج۴ ص۶۳)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے کاش اس کے منہ میں مٹی بھر دی جائے۔

(۱۴) عن ابی جمرۃ قال قلت لابن عباس رضـ أقرأ والامام بین یدی فقال لا رواہ الطحاوی واسنادہ حسن آثار السنن ص۹۵ ج۱ (اعلاء السنن ج۴ ص۱۸)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا امام کے پیچھے قرأت کروں فرمایا نہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے۔

تکفیک قرأۃ الامام خافت او جھر اخرجہ الدارقطنی فی سننہ ج۱ ص۱۳۶ (اعلاء السنن ص۸۳ ج۴)

امام کی قرأت تجھ کو کافی ہے امام سر کرے یا جہر کرے۔

(۱۵) عن الشعبی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا قرأۃ خلف الامام ھذا مرسل اخرجہ الدارقطنی ج۱ ص۱۲۵ ثم ذکرہ موصولاً عن الشعبی عن الحارث عن علی قال قال رجل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اقرأ خلف الامام او انصت، قال بل انصت فانہ یکفیک (اعلاء السنن ج۴ ص۸۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ لا قرأۃ خلف الامام۔ امام کے پیچھے قرأت نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، امام کے پیچھے قرأت کروں، یا خاموش رہوں۔ ارشاد فرمایا۔ بلکہ خاموش رہو، پس بیشک وہ تمہارے لئے کافی ہے۔

اس میں پہلی روایت مرسل ہے۔ مگر اس میں کوئی حرج نہیں۔ اولا تو مرسل بھی حجت ہے۔ دوم شعبی کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ نے احمد العجلی سے نقل فرمایا ہے کہ مرسل شعبی صحیح ہے، اور وہ صحیح طور پر جو حدیث ثابت ہوتی ہے اسی کو مرسلاً بیان کرتے ہیں۔

قال الذهبی فی تذکرته ص۷۵ ج۱ قال احمد العجلی مرسل الشعبی صحیح لا یکاد یرسل الا صحیحا اھ وکذا فی تهذیب التهذیب ص۶۷ ج۵

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت کو دارقطنی نے ضعیف کہا ہے۔ لیکن دوسری روایات کثیرہ صحیحہ سے اس کی تائید ہو جائے تو یہ ضعف کچھ مضر نہیں۔ خصوصاً جبکہ اس کے ہم معنیٰ مرسل شعبی کی دارقطنی نے تصحیح کی ہے۔ پس مرسل شعبی حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔ (اعلاء السنن ص۸۳ ج۴)

اخبرنی موسی بن عقبة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم وابابکر وعمر وعثمان کانوا ینهون عن القرأة خلف الامام۔ اخرجه عبدالرزاق فی مصنفه (عمدة القاری ص۶۷ ج۳) هذا مرسل صحیح وموسی بن عقبة امام فی المغازی ثقة ثبت کثیر الحدیث۔ کذا فی التهذیب ص۳۶۱ ج۱۰ (اعلاء السنن)

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان غنی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین قرأت خلف الامام سے منع فرمایا کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو۔

عن زید بن اسلم ان ابن عمر رض کان ینهی عن القرأة خلف الامام اخرجه عبد الرزاق ایضا (الجوهر النقی ص۱۵۵ ج۱) قلت سند صحیح وداؤد بن قیس الفراء من رجال مسلم ثقة وهو یروی عن زید بن اسلم کما

فی التهذیب ص۱۹۸ ج ۱ والصحیح المسلم ج ۱ ص۳۱۱ ر ۱۳) (اعلاء السنن ص۵۰ ج ۴)

قرئ علی ابن وهب حدثك یحییٰ بن عبد اللہ بن سالم العمری ویزید بن عیاض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان منکوله امام نائتم به فلا یقرأن معه فان قرأته له قرأة هذا مرسل اخرجه البیهقی فی کتاب القرأة ص۱۳۵ . وقال یحییٰ بن عبد اللہ فیه نظر ویزید بن عیاض قد جرحه کافة اهل العلم بالحدیث اھ قلت یحییٰ من رجال مسلم وثقه النسائی وقال مستقیم الحدیث وقال الدارقطنی ثقة حدث بمصر اھ کذا فی التهذیب ج ۲ ص۲۳ وقد تابع یزید بن عیاض علی هذا اللفظ مرسلا فلا یضره ضعف یزید وجرحه فان المرسل اذا تأید بطریق اخری مرسلة یتقوی وبقیة الرواة کلهم ثقات الخ (اعلاء السنن ص۵۲ ج ۴)

اس حدیث میں صاف ہے کہ امام کے ساتھ مقتدی قرأت نہ کرے اور امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز جس میں قرأت میں جہر فرمایا تھا پڑھائی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا۔ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قرأت کی۔ ایک شخص نے کہا، جی ہاں میں نے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد فرمایا، میں بھی تو کہوں مجھے کیا ہوا کہ قرآن میں جھگڑا جارہا ہوں۔ پس جب لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان نمازوں میں جنہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہر فرماتے تھے قرأت کرنے سے رک گئے۔ رواہ مالک فی المؤطا ص۲۹ والشافعی والاربعة وقال الترمذی حسن وصححه ابن حبان کذا فی المرقاة ص۵۳۶ ج ۱ (اعلاء السنن ص۵۸ ج ۴)

موسیٰ بن سعد بن زید بن ثابت اپنے دادا سے نقل فرماتے ہیں۔ جس نے امام کے پیچھے قرأت

کی، اس کی نماز ہی نہیں ہوئی

عن موسیٰ بن سعد بن زید بن ثابت یحدثہ عن جدہ انہ قال من قرا خلف الامام فلا صلاۃ لہ اخرجہ محمد فی الموطا ص۱۰۱ وھوھکذا وفی بعض النسخ المصححۃ وفی النسخۃ المطبوعۃ (اعلاء السنن ص۴۸ ج۴)

فرمایا جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔

عن ابراھیم قال اول ما احدثوا القرأۃ خلف الامام وکانوا لا یقرؤن اخرجہ عبد الرزاق فی مصنفہ (الجوھر النقی ص۱۰۱)

قلت الاحمر ھو ابوخالد والرواۃ کلھم من رجال الجماعۃ (اعلاء السنن ج۴)

فرمایا سب سے اول لوگوں نے جو نئی بات ایجاد کی وہ قرأت خلف الامام ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین قرأت خلف الامام نہیں کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرأت خلف الامام بدعت ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے

عن ابراھیم قال ان اول من قرأ خلف الامام رجل اتھم رواہ محمد فی الموطا ص۹۰ قلت سند صحیح رجالہ رجال الجماعۃ (ص۴۶ ج۴ اعلاء السنن)

امام کے پیچھے سب سے پہلے جس نے قرأت شروع کی وہ متہم شخص تھا (یعنی دین میں متہم تھا۔ یعنی بدعتی تھا)

اور قرأت خلف الامام کے خلاف سنت اور بدعت ہونے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو مشہور تابعی محمد بن سیرین رح سے منقول ہے۔

عن محمد قال لا اعلم القرأۃ خلف الامام من السنۃ اخرجہ ابن ابی شیبۃ فی المصنف۔ قلت اسنادہ صحیح (التعلیق الحسن ص۹۰ ج۱) (اعلاء السنن ص۵ ج۴)

محمد بن سیرین رح نے فرمایا، میں قرأت خلف الامام کو سنت نہیں جانتا۔

اور اجلۂ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا قرأت خلف الامام سے بتاکید روکنا اور منع

فرمانا بھی اسی طرف مشیر ہے۔

عن عبد اللہ بن زید بن اسلم عن ابیہ قال کان عشرۃ من اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ینہون عن القرأۃ خلف الامام اشد النہی ابوبکر الصدیق وعمر الفاروق وعثمان بن عفان وعلی بن ابی طالب وعبد الرحمٰن بن عوف وسعد بن ابی وقاص وعبد اللہ بن مسعود وزید بن ثابت وعبد اللہ بن عمر وعبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم (قلائد الازہار ص۴۲ ج ۲)

امام طحاوی رہ نے شرح معانی الآثار ص۱۲۹ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی نقل فرمایا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والا فطرت (صحیحہ) پر نہیں ہے قال قال علی رض من قرأ خلف الامام فلیس علی الفطرۃ اھ (قلائد الازہار ص۴۲ ج ۲)

کنز العمال ص۲۵۱ ج ۴ کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول اس طرح نقل فرمایا ہے:۔

عن علی رض قال من قرأ خلف الامام فقد اخطاء الفطرۃ (حوالہ بالا)

نیز یہ بھی منقول ہے:

عن علی رض قال من قرأ خلف الامام فلا صلوٰۃ لہ۔ (حوالہ بالا)

جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔ اور دوسرے طرق سے بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اثر منقول ہے۔ ملاحظہ ہو قلائد الازہار ص۴۳ ج ۲

حضرت سعد بن ابی وقاص رض سے یہ بھی منقول ہے کہ جو امام کے پیچھے قرأت کرے میں چاہتا ہوں کہ اس کے منہ میں چنگاری دیدی جائے۔ ان سعداً قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ جمرۃ۔ ورواہ عبد الرزاق فی مصنفہ الا انہ قال فی فیہ حجرٌ کذلک ابن ابی شیبۃ (نصب الرایہ ص۱۳ ج۲)

حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے منہ میں پتھر رکھدیا جائے۔ ان عمر بن الخطاب رضؓ قال لیت فی فم الذی یقرء خلف الامام حجرًا واخرجہ عبد الرزاق ونصب الرایۃ ص۱۳ ج ۲

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرأۃ خلف الامام ان حضرات کے نزدیک کتنی ناپسند چیز تھی اس سے بھی اس کے بدعت ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ بس ان سب روایات کثیرہ صحیحہ سے قرأت فاتحہ خلف الامام کا ممنوع ہونا روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے۔

عدم قراۃ فاتحہ خلف الامام کی عقلی دلیل

مقتضیٰ عقل بھی یہی ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی قرأت نہ کرے چونکہ نماز رب العلمین کی بارگاہ میں حاضری ہے اور امام کو قوم نے اپنا نمائندہ تجویز کیا ہے۔ اسی وجہ سے امام کو سب سے آگے کھڑا کیا جاتا ہے اور سورۂ فاتحہ یہ قوم کی طرف سے عرضی اور درخواست ہے جسکو بارگاہ رب العالمین میں پیش کیا جاتا ہے جیسا کہ سورۂ فاتحہ کے مضمون سے ظاہر ہے اور ظاہر ہے کہ مضمون درخواست کو قوم کی طرف سے اس کا نمائندہ ہی پیش کرتا اور پڑھ کر سناتا ہے اگر نمائندہ کے ساتھ ساتھ سب پڑھنے لگیں تو ان کو بیوقوف قرار دیکر دربار سے نکالدیا جائے۔ بس ضروری ہوا کہ بارگاہِ خداوندی میں بھی درخواست نمائندہ ہی پیش کرے اور نمائندہ کا پیش کرنا وہ تمام قوم وجماعت کا پیش کرنا سمجھا جاتا ہے۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ درخواست کا جواب بھی نمائندہ کے واسطہ سے ہی قوم کو دیا جاتا ہے اور اس کو حکم دیا جاتا ہے کہ یہ جواب قوم کو سنادیں۔ چنانچہ بارگاہ رب العالمین کی طرف سے بھی امام ہی کو نمائندہ تجویز کرلیا گیا۔ اور درخواست کا جواب سورۂ فاتحہ کے بعد کسی سورت کی شکل میں (کہ ہر سورۃ بلکہ ہر آیت سبب ہدایت ہونے کی وجہ سے اھدنا الصراط المستقیم کا گویا جواب ہے) امام کے ذریعہ ہی قوم کو پیش کرنیکا حکم کیا گیا۔

رہا بدن ولباس ومکان کی طہارت اور حدث و جنابت سے طہارت جو سب کے ذمہ ضروری ہے اور ثنا و تسبیحات جس کو سب پڑھتے ہیں تو یہ چیزیں شرائط و آداب کے قبیل سے ہیں اور دربار کی حاضری کے شرائط کی پابندی سب کے لئے ہوتی ہے. سلام و آداب کی بجا آوری سب کو ضروری ہوتی ہے اس لئے امام و مقتدی سب انکو بجالاتے ہیں۔

حدیث "لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب" کا جواب

(۱) اس کے سند و متن میں اضطراب ہے۔ چنانچہ ترمذی و ابن ماجہ میں لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بالحمد وسورۃ فی فریضۃ اوغیرھا۔ یہ لفظ تو ترمذی میں ہیں۔ اور ابن ماجہ میں صرف لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بالحمد ہے۔ بعض روایات میں امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب وما تیسر ہے۔ اور بعض میں لاتجزی صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب ومعھا غیرھا۔ وفی لفظ وسورۃ فی فریضۃ اوغیرھا ہے۔

طبرانی میں لاصلوٰۃ الا بام القرآن ومعھا غیرھا ہے۔

صحیح ابن حبان میں امرنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب وما تیسر ہے۔ اسی طرح طبرانی میں یہ بھی ہے لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب وآیتین من القرآن۔

کامل لابن عدی میں لاتجزی صلوٰۃ لایقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب و آیتین فصاعداً ہے۔ اور یہ بھی ہے: لایجزی المکتوبۃ الا بفاتحۃ الکتاب وثلاث آیات فصاعداً

اور تاریخ اصبہان لابی نعیم میں ہے لایجزئ صلوٰۃ لایقرأ فیھا بفاتحۃ

الکتاب وشیٔ معھا اور حدیث کی کتبِ ستہ میں ہے لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ہے۔ بعض میں زیادتی بھی ہے۔

معجم طبرانی میں ہے۔ لا صلوٰۃ الا بقرأۃ ولو بفاتحۃ الکتاب یہی مسند ابی محمد الحارثی میں ہے۔ اس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو نصب الرایہ ص۳۶۳ تا ص۳۶۶ ج ۱۔ سند میں بھی اضطراب ہے اس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (ص۱۰۱ تا ص۱۰۸ اعلاء السنن ج ۴۔)

اس اضطراب کثیر کے ہوتے ہوئے حدیث لائق حجت نہیں۔

(۲) اگر اس حدیث کو حجت مانتے ہیں تو اس میں جو زیادتی ہے اس کو کیوں قبول نہیں کرتے۔ لہٰذا سورہ فاتحہ کے ساتھ سورۃ وغیرہ کی قرأت کو بھی مقتدی کے لئے ضروری قرار دیا جائے اور جب اس کے ایک جزء کو آپ حضرات نے ترک کر دیا تو اگر کوئی اس کا پہلا جزء ترک کر دے تو پھر آپ کو الزام دینے کا کیا حق ہے۔

(۳) یہ حدیث امام و منفرد کے لئے ہے۔ مقتدی کے لئے نہیں۔ اور تخصیص کی دلیل من کان لہ امام فقراءۃ الامام قرأۃ لہ[عہ] ہے۔ نیز قال الترمذی واما احمد بن حنبل فقال معنیٰ قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحدہ واحتج بحدیث جابر ؓ فذکرہ قال احمد فھذا رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تاؤل قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ان ھذا اذا کان وحدہٗ (اعلاء السنن ص۵۵ ج۴)

(۴) اس حدیث میں قرأۃ سورۂ فاتحہ کا حکم ہے اور اس کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی خواہ قرأت حقیقۃً ہو خواہ حکماً۔ امام کی قرأت حکماً مقتدی کی قرأت ہے۔ لہٰذا جب امام نے قرأت کر لی تو حکماً اس کا ثبوت مقتدی کے لئے بھی ہو گیا پس حکماً قرأت مقتدی

عہ اعلاء السنن کے حوالے سے یہ حدیث گذر چکی ہے نیز ابن ماجہ ص۶۱ مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند اور طحاوی ص۱۲۸ مطبوعہ مکتبہ آصفیہ دہلی پر موجود ہے۔

کی طرف سے پائی گئی لہذا اس پر قرأت فاتحہ ضروری نہیں اور نہ اس حدیث کے خلاف لازم آتا ہے۔

(۵) امام کی قرأت کو شریعت نے بحکم حدیث "من کان لہ امام الخ" مقتدی کی قرأت کے قائم مقام قرار دیا ہے۔ پس اگر مقتدی بھی قرأت کریگا تو اصل اور نائب دونوں کا جمع ہونا لازم آئیگا جو ناجائز ہے۔

(۶) اگر مقتدی پر قرأت فاتحہ ضروری قرار دیجائے تو مقتدی کے حق میں قرأت حقیقۃً وحکماً دونوں طرح پائی جائے گی اور امام کے حق میں صرف حقیقۃً اس کا ثبوت ہوگا تو مقتدی کا حال اقویٰ ہوگیا اور امام کا اضعف جو منصبِ امامت کے خلاف ہے۔

(۷) امام کی قرأت مقتدی کے حق میں حکماً قرأت ہے یہ آپ کو بھی تسلیم ہے۔ اسی وجہ سے اگر مقتدی نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا تو اس نے رکعت کو پالیا۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں مقتدی نے حقیقۃً قرأت نہیں کی اور آپ حضرات بھی اس کی رکعت پانے کو تسلیم کرتے ہیں۔ پس اگر امام کی قرأت کو مقتدی کے حق میں تسلیم نہ کیا جائے تو اس صورت میں مقتدی کی یہ رکعت نہیں ہونی چاہئے۔

بحکم لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب۔ پس جب اس صورت میں حدیث مذکور کی وجہ سے مقتدی سے قرأت کو ساقط کردیا گیا تو اس کے علاوہ جب مقتدی شروع سے شریک ہے کیوں ساقط قرار نہ دیا جائے۔ اور اگر آپ اس رکعت کو تسلیم نہیں کرتے تو اس حدیث کا ترک لازم آئے گا جس میں فرمایا گیا ہے "من ادرک الامام وھو راکع فقد ادرک الرکعۃ۔

(۸) لاصلوٰۃ میں حرف لآ میں دو احتمال ہیں (۱) یہ نفی شئی کے لئے ہے (۲) نفی کمال کے لئے ہے۔ لہذا اس سے وجوب فاتحہ خلف الامام پر استدلال

درست نہیں

(۹) حدیث عبادہ رض میں خلف الامام کی زیادتی صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں....

قلت: الحدیث اخرجہ البخاری من طریق سفیان بن عیینہ عن الزہری بھذا السند ج ۱ ص۱۰۴ وکذا مسلم ص۱۶۹ ج ۱ بدون ھذہ الزیادۃ۔ واخرجہ مسلم ایضا بطریق ابن وھب عن یونس عن الزہری بھذا السند ولیس فیہ زیادۃ "خلف الامام"... ورواہ عن الزہری صالح ومعمر عند مسلم ولم یذکرا ھذہ الزیادۃ واخرجہ البیہقی فی جزئہ ص۱۰ ص۱۱ و ص۱۲ بطریق مالک وقرۃ بن عبدالرحمن وعقیل وعبدالرحمن بن اسحق الاوزاعی وشعیب بن ابی حمزۃ کلھم عن الزہری بھذا الاسناد ولم یات احد بھذہ الزیادۃ واخرجہ ایضا بطریق الحسن بن مکرم عن عثمان بن عمر عن یونس بدونھا فھذہ الزیادۃ شاذۃ لایتابع علیھا لعلھا ادرجھا فی الحدیث بعض الرواۃ النازلین عن عثمان بن عمر یدل علیہ انکار ابی الطیب محمد بن احمد الزھلی علیھا کما ھو ظاھر من سیاق کلامہ فانہ لما سمع فی الحدیث زیادۃ خلف الامام استنکرھا و یدل علیہ ایضا قول سفیان بن عیینہ عند ابی داؤد ج ۱ ص۱۱۹ بعد ماروی الحدیث عن الزہری بسندہ بدون ھذہ الزیادۃ (ھذا) لمن یصلی وحدہ؛ فلو کانت زیادۃ خلف الامام صحیحۃ فی الحدیث لم یصح حملہ علی المنفرد ولم یسع لسفیان ان یقول بما یعارض الحدیث صریحا۔ وایضا نقد اسلفنا عن الترمذی ان الامام احمد قد اول حدیث عبادۃ رض بما اولہ سفیان وقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب

ان هذا اذا کان وحدہ۔ وھذا یدل علیٰ ان زیادۃ خلف الامام لم یثبت عندہ فی الحدیث والابطل تاویلہ (اشار اعلاء السنن ص۹۸ ج۴)

اشکال:۔ یہ زیادتی شاذ ہے مگر ثقہ کی زیادتی معتبر ہوتی ہے اور یہ ثقہ ہی کی زیادتی ہے۔ جیساکہ امام بیہقی رح کے اس کی سند کی تصحیح فرمانے سے ظاہر ہوتا ہے

جواب:۔ یہ اس وقت ہے جبکہ جماعت محدثین کی روایت کے خلاف لازم نہ آئے اور ان کی روایت کا رد لازم نہ آئے اور اس صورت میں ان کی روایت کے خلاف اور رد لازم آتا ہے چونکہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب مطلق ہے اور خلف الامام کی قید لگا کر اس کو مقید کرنا لازم آتا ہے اور مطلق کا مقید کرنا یہ نسخ ہے اس لئے جب تک یہ زیادتی مثل اصل کے ثابت نہ ہو یہ جائز نہ ہوگا۔ (اعلاء السنن ص۹۹ ج۴)

(۱۰) اگر یہ زیادتی صحیح تسلیم کرلی بھی جائے تب بھی اس سے وجوب فاتحہ علی المقتدی خلف الامام پر استدلال درست نہیں چونکہ لفظ خلف میں یہ احتمال ہے کہ یہ بمعنی بعد ظرف زمان ہو نہ کہ بمعنی وراء ظرف مکان۔ جیساکہ اس کا استعمال اس معنی میں ثابت ہے۔ قرآن شریف میں ہے فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا اس کے تحت طبری نے نقل کیا ہے۔ رواہ الطبری بسندہ عن السدی قال اما مابین یدیھا فما سلف من عملھم واما ما خلفھا فمن کان بعدھم من الامم ان یعصوا فیصنع اللہ بھم مثل ذلک اھ (ج ۱ ص۲۶۵)

(اعلاء السنن ص۹۹ ج۴)

یہی معنیٰ اس آیت کے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہیں۔ (کذلک رواہ عن ابن عباس ایضا فلیراجع احوالہ بالا)

اس صورت میں حدیث کے معنی یہ ہونگے کہ امام کے بعد یعنی امام کی نماز ختم ہونے کے بعد خواہ وہ مسبوق ہو یا منفرد یعنی جس کی جماعت فوت ہوگئی ہو، گل

یا بعض تو اس کے ذمہ فاتحۃ الکتاب پڑھنا ضروری ہے۔ جو جماعت کے ساتھ پڑھے اس پر ضروری نہیں۔

وعلی هذا نيكون المعنى لا صلوٰة لمن لم يقرأ بام القرآن بعد الامام ای بعد انقضاء صلوته مسبوقا او منفردًا يعنى من فاتته الجماعة كلها او بعضها فعليه ان يقرأ بام القرآن ومن صلى بجماعة فليس عليه قرأتها (اعلاء السنن ص۹۱ ج۴)

اس کا ہم کو بھی انکار نہیں اور جب اس میں یہ احتمال ہے تو اس سے وجوب فاتحہ خلف الامام پر استدلال درست نہیں۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا ومولانا وحبيبنا محمد وآله وصحبه اجمعين وبارك وسلم تسليما كثيرا كثيرا ابدا ابدا

حررہ العبد محمد فاروق عفا اللہ عنہ

مدرسہ دار العلوم جامع مسجد شہر میرٹھ

۱۰ بجے شب دوشنبہ ۲۳-۶-۱۴۰۷ھ